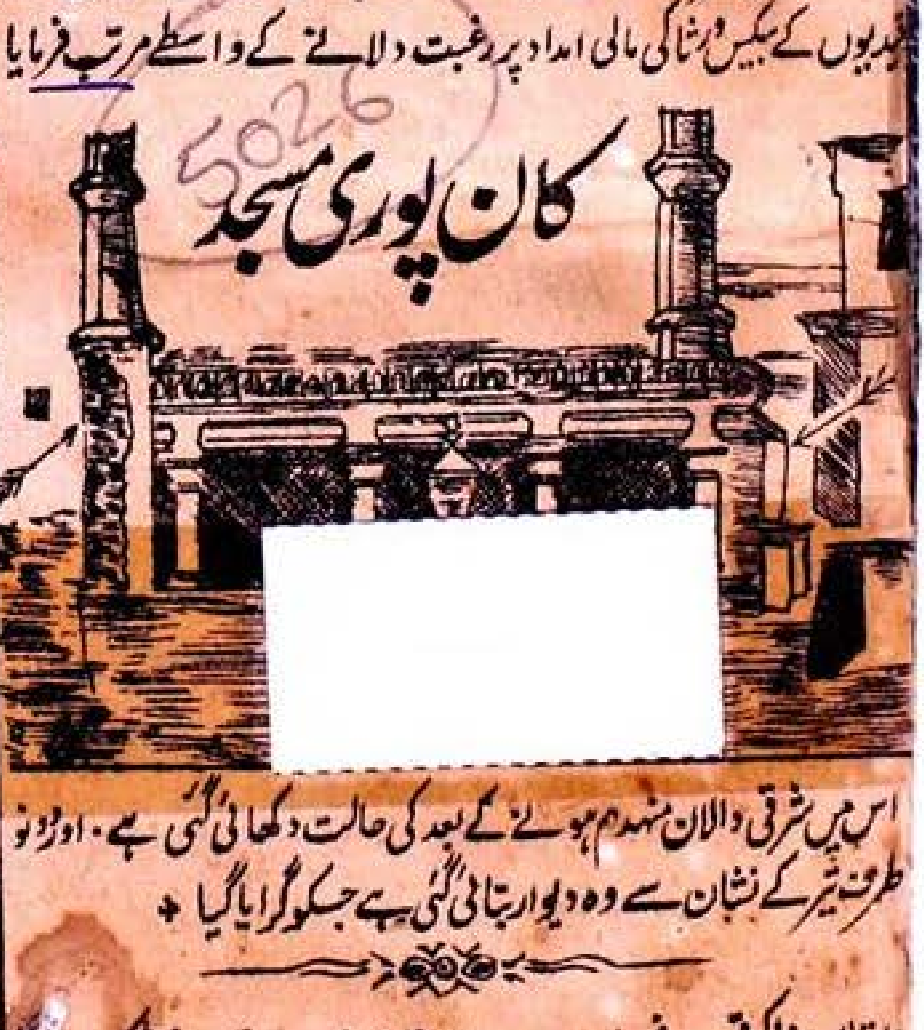
هو الکل

فبشر الصابرین الذین اذا اصابتهم مصیبة قالوا انا لله وانا الیه راجعون

کانپور کی خونی داستان

مصنفہ سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی
سلطان المشائخ خواجہ خواجگان نظام الدین اولیا محبوب الٰہی
آنریری سکرٹری حلقہ نظام المشائخ دہلی
ممبر کانفرنس دہلی • آنریری جائنٹ
ایڈیٹر اخبار توحید

مسلمانوں کی عبرت و نصیحت کیلئے اور اُنکو کانپوری شہیدوں۔ زخمیوں۔ اور قیدیوں کے بیکس ورثا کی مالی امداد پر رغبت دلانے کے واسطے مرتب فرمایا



اس میں شرقی دالان منہدم ہونے کے بعد کی حالت دکھائی گئی ہے۔ اور دونو طرف تیر کے نشان سے وہ دیوار بتائی گئی ہے جسکو گرایا گیا ✦

داستان ہذا کی قیمت فی جلد ۲ ر ہے۔ جسکا نفع کانپوری مظلوم فنڈ کو دیا جائیگا
جو صاحب مفت تقسیم کرنے کیلئے زیادہ تعداد میں خریدینگے انکے ساتھ خاص رعایت ہوگی
یکم ستمبر ۱۹۱۳ء

مطبع یٰسین میرٹھ سے باہتمام شیخ محمد احسان الحق صاحب چھپکر شائع ہوئی

ضروری حاشیہ

اس کتاب میں اکثر وہ نظم ونثر مضامین ہیں جو اخبارات میں شائع ہوئے جنکے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ فتنہ فساد کی نیت سے بلکہ رعایا اپنے خیالات کو [illegible] الفاظ میں اور اپنی شکایتوں کو گرم پیرایہ سے بھی ظاہر کرے تب بھی حکومت نہایت سکون و اطمینان سے اسپر غور کرتی ہے +

اگرچہ ہم کو کانپوری حکام کی روش سے دلی اختلاف ہے اور ہم آخر تک قانونی جنگ پر قایم رہینگے لیکن یہ ظاہر کرنا ایمانداری کا فرض ہے کہ ہم ہندوستانی فخر کرتے ہیں کہ انگریز جیسی تحمل والی قوم ہمپر حکومت کرتی ہے - خدانخواستہ اگر آج یہاں روس کی حکومت ہوتی تو کسکی مجال تھی جو اخباروں میں اس قسم کی تحریریں لکھ سکتا اور جلسوں میں ایسی آزادانہ تقریریں کرسکتا +

ہم انگریزی قانون کی جسقدر تعریف کریں تھوڑی ہے جسنے حاکم ومحکوم گورے کالے دیندار وغیر دیندار کیلئے یکساں میزان عدل قایم کی ہے - ہم برطانی تاج کے اصول حکمرانی کی دل سے ستائش کرتے ہیں جو زور آور و کمزور کو اپنے مضبوط طرز عمل سے برابر رکھنا چاہتا ہے +

ہم بے خبر نہیں ہیں کہ انگریزوں نے دہلی - لاہور - آگرہ وغیرہ مشہور مقامات میں لاکھوں روپیہ سالانہ خرچ کرکے ہماری پرانی اور ویران مسجدوں - خانقاہوں اور آثار قدیم کی حفاظت کی ہے - اور برابر کر رہے ہیں +

ہم کو اس تازہ واقعہ کی اطلاع ہی جو آجکل لندن کی پارلیمنٹ میں پیش تھا اور جسمیں ممالک متحدہ کے سابق لفٹنٹ گورنر سر جان ہیوٹ سے بازپرس کی جارہی تھی کہ انہوں نے کیوں چند پھانسی پانیوالے مجرموں کی درخواست رحم وائسرائے کو نہ بھیجی - اور اس بازپرس کو اتنی اہمیت دی گئی کہ صوبجے لاٹ صاحب کو اظہار دینے پڑے +

یہ سب باتیں انگریزوں کے اصول عدل کو ایک شاندار شکل میں ہمارے سامنے پیش کرتی ہیں - مگر اسکے ساتھ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ قانون پر عمل کرانیوالے حکام بعض اوقات بشری تقاضے سے خطرناک غلطیاں کر بیٹھتے ہیں - مگر یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جسکی بنا پر ہم قانون کی دشمنی پر آمادہ ہوجائیں یا انگریزی سلطنت کی بنیاد کو ہندوستان سے اکھیڑنے کی کوشش کریں - ہمکو صرف یہ چاہئے کہ ضابطہ و آئین کے اندر جد وجہد اور چیخ پکار کرکے اعلیٰ حکام تک اپنی فریاد پہنچائیں +

کانپور میں جو واقعہ ہوا وہ وہاں کے حکام کی سخت غلطی تھی - ایسی غلطی جسکے خلاف مسلمانوں کا وہ اظہار ملال جسکا مختصر سا نمونہ اس کتاب میں ہے بالکل حق بجانب بلکہ کم معلوم ہوتا ہے +

ہمنے دوسرے دیباچہ میں لکھدیا ہے اور یہاں بھی ظاہر کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس کتاب کی اشاعت کا مقصد محض یہ ہے کہ مسلمانان ہندوستان زخمیوں کی حالت سے خبردار ہوں - شہیدوں کے بیکس وارثوں کی مصیبت انپر ظاہر ہو - قیدیوں کی دستگیری کا خیال انہیں آئے - اور وہ سب باہمی چندہ کرکے اپنے محتاج اور

آفت رسیدہ بھائیوں کی مدد کریں۔ نیز انہیں معلوم ہو کہ اعلیٰ گورنمنٹ ہماری فریادیں ضرور سُنیگی۔ بشرطیکہ ہم فریاد کریں۔ وہ ہمارے مقدمہ میں انصاف کریگی بشرطیکہ ہم انصاف کے طلبگار ہوں۔ وہ ہماری مذہبی بے حرمتی کا بدلہ دے گی بشرطیکہ ہم اسکے آگے اظہار کریں +

آج جبکہ مسلمان قوم کے خیالات پر جوش و خروش کے تیرہ و تاریک بادل چھائے ہوئے ہیں۔ آج جبکہ مسلم کے بچہ بچہ کے اندر بے قرار بجلی چمک رہی ہے۔ آج جبکہ ہندوستان بھر کے مسلمان کانپوری واقعہ پر غم کے آنسو بہا رہے ہیں اور انکی حالت دیوانگی کی سی ہوگئی ہے۔ ہم نہایت صفائی اور طمانیت قلب سے یہ صدا بلند کرتے ہیں کہ مسلمان ہز آنر سر جیمس مسٹن کی گورنمنٹ سے مایوس نہیں ہوئے ہیں مسلمان باوجود ہوش و خرد کی معدومیت کے جو پے در پے حوادث کے سبب انکو درپیش ہے سر جیمس مسٹن کو ویسا ہی مسلم نواز اور مہربان لفٹنٹ گورنر تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ انکی آمد کے وقت مسٹر محمد علی نے کامریڈ میں ہمکو توقع دلائی تھی۔ مسلمانوں کو اب بھی آس ہے کہ ہز آنر کانپوری حکام کی غلط کاری کو ایک نہ ایک دن تسلیم کر کے رعایا کی اشک شوئی کرینگے +

ہم کو ہز آنر سر جیمس مسٹن پر بھروسہ ہے۔ ہمکو لارڈ ہارڈنگ وائسرائے پر بھروسہ ہے۔ ہم کو اپنے شاہ جم جاہ حضور جارج خامس اور انکے اونچے درخشاں تاج پر بھروسہ ہے۔ ہم کو اس احکم الحاکمین خدا پر بھروسہ ہے جسکے آگے سب طاقتیں ہیچ ہیں۔ اور جسکے حکم و ارشاد نے بادشاہ وقت پر اعتماد رکھنا ہمارا مذہبی فرض مقرر کیا ہے +

اسلئے ہم خدا تعالیٰ کے نام کے سہارے سے نہایت نیک نیتی کے ساتھ اس کتاب کو شائع کرتے ہیں اور خدا پرست مسلمانوں پر زور دیتے ہیں کہ وہ کانپوری مصیبت زدہ لوگوں کی چندہ سے مدد کریں جسکے لئے یہ کتاب شائع کی گئی ہے اور کوئی دوسرے معنی اسکے جسکا نتیجہ فساد ہو نہ نکالیں۔ کیونکہ قرآن شریف میں خدا نے فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْن۔ خدا فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا +

حسن نظامی
۲۶ اگست ۱۹۱۳ء

سب سے آخری شکوہ

حضرت اکبر الہ آبادی کا ایک خط اسوقت پہنچا جبکہ کتاب تیار ہو رہی تھی اسواسطے یہاں درج کیا جاتا ہے

اونٹ نے بر گنبد میں گل گردن اٹھائی تھی ذرا — ہو چلی تھی اسکو کمسرپٹ میں اک مدت دراز
وہ یہ سمجھا تھا مسلّم ہیں ہماری نیکیاں — خوشدلی سے آپ فرمائینگے اسکو سرفراز
منزل مقصود اسکی سجدہ گاہ خلق تھی — وہ تو تھا اک بارکش او سالک راہ حجاز
آپکے برسائیں اسپر گولیاں ہر سمت سے — آپ اُسے گردنکشی سمجھے جو تھا اک پاکباز
یا الٰہی ہم غریبوں کا کہاں ہو اب پناہ — دشمن اشتر ہوئے ہیں حضرت انجن نواز

(اکبر)

یا مُعین　　　　هُوَالکافی　　　　۷۸۶

کان پور کی خونی داستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلام اُن روحوں پر جنکے جسم خدا کی آزمایش میں پورے اُترے۔ جو کہ نقصان جان و مال و اولاد و دیگر مشکل تکلیفوں کو برداشت کرنیوالے ثابت ہوئے۔

یہ چند سطریں کانپور کے جدید واقعہ کی یادگار میں مرتب کی جاتی ہیں۔ وہ واقعہ جسکو آج مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے مگر کل ورق تاریخ پر گزرا ہوا قصہ نظر آئے گا +

کانپور کے مچھلی بازار میں ایک مسجد ہے جسکے ایک حصہ کو سڑک سیدھی کرنے کی غرض سے کانپوری حکام نے شہید کردیا۔ بیانات مختلف ہیں مسلمان کہتے ہیں یہ حصہ شریک مسجد تھا۔ اگرچہ وضوخانہ کا مقام یہاں واقع تھا لیکن نمازیوں کی کثرت کے وقت اسجگہ بھی نماز ہوتی تھی۔ افسران حکومت کا بیان ہے کہ اس مقام کو مسجد سے صرف اتنا ہی تعلق تھا کہ لوگ وہاں وضو کرتے تھے اسکا ادب و احترام کچھ نہ تھا۔ چنانچہ بڑا زور اسپر دیا گیا ہے کہ بروقت تحقیقات انگریزی افسر جوتیوں سمیت وہاں چلے گئے اور کسی مسلمان نے اسپر اعتراض نہ کیا۔ مسلمان کہتے ہیں اگر اسکو سجدہ کی جگہ تسلیم نہ بھی کیا جائے تب بھی وہ مقام وقف ہے جسکی خرید و فروخت جائز نہیں اور مسلمانوں کی نگاہ میں مسجد کی برابر اسکی عظمت ہے +

شروع شروع میں اسکا چرچا اخباروں میں جب ہوا ہے تو کسی کو خبر بھی نہ تھی کہ معاملہ اتنا بڑھ جائیگا مسلمانوں نے ہر طریقہ سے مقامی حکام اور ممالک متحدہ کی گورنمنٹ کو سمجھایا کہ سڑک سیدھی کرنے کیلئے مسلمانوں کے دل ٹیڑھے نہ کئے جائیں اور علما سے فتویٰ لیا جائے کہ وہ اس حصہ کو داخل مسجد قرار دیتے ہیں یا نہیں +

مگر حکومت نے کسی بات کی پروا نہیں کی اور یکم جولائی ۱۹۱۳ء کو ہتھیاربند فوجوں کا پہرہ لگاکر یہ حصہ شہید کردیا گیا +

اس واقعہ نے ہندوستان بھر میں آگ لگادی۔ مسلمان یکبارگی بھڑک اُٹھے مگر انکا اشتعال حد قانونی سے باہر نہ ہوا۔ انہوں نے باضابطہ جلسے کرکے بڑے لاٹ صاحب یعنی حضور وائسرائے کو ناراضی نامے بھیجے تسلیم کیا جاتا ہے کہ واقعہ کانپور کی نسبت اس کثرت سے حضور وائسرائے کے پاس تار گئے کہ انگریزی حکومت کی تاریخ ہند میں پہلے کبھی ایسا موقع نہیں آیا تھا۔ جسمیں شہروں اور قصبات کے علاوہ دیہات کے مسلمان بھی شریک تھے۔ سرحد افغانستان سے لیکر برہما تک جلسوں کی صدائیں گونجیں۔ اس اثنا میں ہز آنر سر جیمس مسٹن لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ کی جانب سے ایک گشتی مراسلہ

اخبارات کے نام شائع ہوا جسمیں لکھا تھا کہ کانپور کے مسلمانوں میں اس واقعہ کے متعلق مطلق جوش نہیں ہے صرف باہر کی دُنیا میں غل مچ رہا ہے +

اس مراسلہ کی اشاعت نے کانپوری مسلمانوں کو جو غم والم میں ساکت اور آئینی جدوجہد خاموشی کے ساتھ کر رہے تھے بھڑکا دیا اور ۳ اگست کو انہوں نے ایک شاندار جلسہ کیا جسکو اندرونی جوش کی نمائش کہنا چاہئے۔ مسلمان ننگے پاؤں ننگے سر سیاہ جھنڈے ہاتھ میں لیکر عیدگاہ میں جمع ہوئے اور وہاں تقریریں سُنکر شہید مسجد کی زیارت کو آئے +

کہا جاتا ہے کہ انکا جوش حد سے بڑھا ہوا تھا - اور تکبیر کے نعروں سے آسمان سر پر اُٹھائے لیتے تھے - مجمع میں بچے زیادہ تھے - ان لوگوں نے مسجد کی دیوار کو دوبارہ تیار کرنا چاہا - اسپر مسلح اور تیار پولیس بگڑی اور زور زیادتی سے روکا - عوام نے اس فہمائش کو قبول نہ کیا - یہانتک کہ جب مسٹر ٹائلر کلکٹر نے سمجھایا تو اسکو بھی کسی نے نمانا اور حکام کی روایت کے بموجب مجمع نے پتھر مارنے شروع کئے - اسپر کلکٹر صاحب کے حکم سے فیر کا حکم دیا گیا جو متواتر دس منٹ تک ہوتے رہے اور بکثرت لوگ زخمی اور شہید ہوئے - بندوقوں کے فیر پر بس نہیں کی گئی - بھالوں - کرچوں اور سنگینوں کو بھی بے تکان استعمال کیا گیا +

سرکاری بیان کی موافق بیس بائیس آدمی جان سے مرگئے اور چالیس پچاس سخت زخمی ہوئے - اسکے بعد گرفتاریاں عمل میں آئیں اور عام وخاص لوگ قید کرلئے گئے +

اس خبر کے شائع ہونیسے ہندوستان میں پھر ایک کہرام مچا اور پڑھے انپڑھ مسلمانوں میں یکساں جوش پیدا ہوا جسکی کوئی حد باقی نہیں ہے - اور خلقت دیوانی معلوم ہوتی ہے بڑے بڑے محتاط اور سمجھدار لوگ دل کی بیقراری سے مجبور ہوکر ایسی باتیں کہتے اور لکھتے ہیں جسکا اتفاق غالبًا ساری عمر انکو نہ ہوا ہوگا +

اس کتاب میں ان جذبات کا تھوڑا سا رنگ نظر آئیگا +

چونکہ مقتول عمومًا غریب مسلمان تھے اسواسطے سب سے بڑی مصیبت انکے بال بچوں کی تباہی سے پیش آرہی ہے اور ان لاوارثوں کی فاقہ کشی دیکھی نہیں جاتی - ایسا ہی زخمیوں کا حال ہے کہ وہ تو بیچارے شفاخانہ میں پڑے ہوئے ہیں اور انکے بال بچے بھوک پیاس میں تڑپ رہے ہیں - یہی حال قیدیوں کا ہے کہ اُدھر وہ جیل خانہ میں بند ہیں ادھر انکے گھر والے بیکسی و بے بسی میں دانہ دانہ کو محتاج ہیں +

ملک میں جگہ جگہ چندے ہورہے ہیں اور اسلامی انجمنیں بیرسٹروں کو مقدمہ کی پیروی کیلئے بھیج رہی ہیں - نیز چھ سات مسلمان بیرسٹر از خود مُفت پیروی کیلئے کانپور میں آگئے ہیں - یہ سب کچھ ہے مگر ابھی مصیبت زدہ لوگوں کی امداد کیلئے عام تحریک پیدا نہیں ہوئی ہے اسواسطے یہ کتاب شائع کی جاتی ہے تاکہ مسلمان بھائی اور وہ لوگ جنکے دل میں غریبوں کے ساتھ ہمدردی ہے ان واقعات کو پڑھ کر بے کسوں لاوارثوں کی بھوک پیاس میں مدد دیں اور انکے خیالات کو فوری توجہ اس نیک کام میں شریک ہونے کی پیدا ہو +

اخبار توحید میرٹھ نے ایک فنڈ مظلومین کانپور کیلئے کھولا ہے جس میں روپیہ جمع

کرکے لکھنؤ کی انجمن کو بھیجدیا جاتا ہے جو مناسب اور مفید طریقوں سے نہایت احتیاط اور ہمدردی کے ساتھ مقتولوں۔ زخمیوں۔ قیدیوں کے وارثوں کو بھی مدد دیتی ہے اور مقدمہ کی پیروی کیلئے سامان کا بھی خرچ ہے۔ پس اس کتاب کے ناظرین کا فرض ہے کہ جہانتک ممکن ہو اسکا مضمون اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو سنائیں اور چندہ جمع کرکے اخبار توحید میرٹھ کو بھیجدیں۔ یہاں سے باضابطہ رسیدان کو ملیگی اور یہ رقم لکھنؤ کمیٹی کو بھیجدی جائے گی +

اس کتاب کی فروخت میں لاگت نکال کر جسقدر آمدنی ہوگی وہ بھی مظلوم فنڈ کو دیدی جائیگی اسواسطے مسلمانوں کو لازم ہے کہ اسکو بکثرت خرید کر غریب لوگوں میں تقسیم کریں تاکہ وہ بھی ان حالات سے واقف ہوکر اپنے کانپوری بھائیوں کی مالی امداد میں شریک ہوں +

حاصل مقصد یہ ہے کہ اس رسالہ کی اشاعت سے دیندار مسلمانوں کو زخمیوں اور قیدیوں کی جائز مالی امداد کیلئے توجہ دلائی جائے جو اس صورت سے ممکن ہے کہ واقعات کانپور کو وہ سنیں اور نظموں کے ذریعہ سے انکو شوق و رغبت پیدا ہو۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین +

میرٹھ کیمپ

حسن نظامی

۱۵ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

عشق بازوں کی سرفروشی

انگریزی کے ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان اور جذبات اسلام کے حامل شاعر کے قلم سے

یہ مانا ہم میں وہ غیرت نہیں رہی باقی
ہمارے خون میں حرارت نہیں رہی باقی
یہ ہمنے مانا کہ ہم ننگ و عار ہستی ہیں
یہ ہمنے مانا کہ ہم وقفِ تن پرستی ہیں
یہ ہمنے مانا کہ ہم ملک و قوم کھو بیٹھے
ہم اپنی قوتِ بازو کو آج رو بیٹھے
یہ مانا ہم میں وہ پہلی سی شان ہی نہ رہی
دلوں میں جوش ہو کیا ہم میں جان ہی نہ رہی
وہ ذوق عیش نہیں ہے وہ شوق وصل نہیں
وہ جاں نثاری اسلاف آج ہم میں نہیں
ہم ہوگئے تیرے۔ تجھی پہ ہوئے ہیں بیگانے
نہیں ہے دل میں جو تو۔ دل ہوگئے ہیں ویرانے
ہوئے خراب ہم آوارہ حرم ہوکر
ہوئے ہیں غیر کے۔ دلدادہ صنم ہوکر
مگر ہم عہدِ کہن آج تازہ کرتے ہیں
دکھادے جلوہ کہ پھر آج تجھپہ مرتے ہیں
پھر آخر آج تجھی پر ہی جان دیتے ہیں
قصور عشق کو ہم سر کے مول لیتے ہیں
تیرے ہی نام کی خاطر لہو بہاتے ہیں
یہ سرفروش لئے اپنے سر کو آتے ہیں
ہماری آرزوئے دل حصول ہوجائے
یہ تحفۂ سرِ عاشق قبول ہوجائے
ہماری آج کی قربانیاں بھی یاد رہیں
ہمارے خون کے قطرے نہ نامراد رہیں
تماشہ آج ہے کچھ اپنی سرفروشی کا
کرشمہ ہے یہ نیا تیری بے نیازی کا
نظارہ دیکھ لے تو بھی تو بے قراروں کا
ہجوم ہے در اقدس پہ جاں نثاروں کا

بجرم عشق توام میکشند غوغائیست
تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

چشم دید خونی داستان

میں یہاں کل صبح کو پہنچا تاکہ یہاں کے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھوں اور اپنے کانوں سے سنوں۔ میں ہر درجہ اور ہر طبقہ کے افسر لوگوں سے ملا۔ اور جو کچھ میں دیکھ سکا اُسے مینے بخوبی دیکھا۔ جو جو باتیں میری نظر سے گزریں یا مینے سنیں اُن کی مینے اچھی طرح چھان بین کی اور اپنی تحقیقات کے نتائج میں آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ جوں ہی میں کانپور ایسٹ انڈین ریلوے کے اسٹیشن پر اُترا۔ مجھے یہ معلوم ہوا کہ تمام باتوں میں کچھ عجیب قسم کا تغیر پیدا ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کانپور کے حکام اور صوبجات متحدہ کی گورنمنٹ لوگوں کو مخوف کرنیکے لئے انتہائی کوششیں کر رہے ہیں تاکہ مقدمہ کے اصلی واقعات بیرونی دُنیا کو نہ معلوم ہوں مگر تمام طریقے بہت ہی بدنما معلوم ہوتے ہیں ۔

جدہر نظر اُٹھا کر دیکھیے تو ایک پولیس کا سپاہی اپنی وردی میں یا سادہ لباس میں ہر نئے آنیوالے کو عمداً مخوف کرنیکے لئے گھورتا ہوا ملیگا۔ لیکن اُنکا یہ فعل کچھ ایسا بھونڈا ہوتا تھا کہ خواہ مخواہ ہنسی آتی تھی - باوجود اسکے یہ عجیب بات ہے کہ پہلا سوال جو ہر مسلمان مسافر کسی قلی سے یا ٹکٹ کلکٹر سے یا اور کسی سے جو جواب دے سکتا ہو کرتا ہے وہ مسجد ہی کے متعلق ہوتا ہے ۔

مثلاً یہ کہ کتنے لوگ مارے گئے؟ کتنے جیل میں ہیں؟ کیا مسجد کا منہدم شدہ حصہ تعمیر کردیا گیا؟ اس آخری سوال کا ناموافق جواب سُنکر - وہ اپنے درجہ میں چیں بجبیں ہو کر علانیہ یہ بات کہتا ہوا جا بیٹھتا ہے کہ مسجد کا منہدم شدہ حصّہ کو ضرور دوبارہ بننا چاہیے یہ اسلام کا مسئلہ ہے اور مسلمان اپنے عظیم الشان مذہب کی اتنی بڑی ہتک گوارا نہیں کرسکتے۔ مینے یہ تمام باتیں بغور دیکھیں اور نوٹ کیا ۔

مینے کئی ایک پولیس کے سپاہی اور دوسرے لوگوں سے باتیں کیں اور اُسکے بعد ایک گاڑی میں سوار ہو گیا۔ میں سیدھا مسجد کو گیا۔ راستہ بھر میں دیکھتا گیا کہ سڑک پر ہر موڑ پر ایک پولیس کا سپاہی نیزہ سے مسلح کھڑا تھا۔ ہر موڑ پر یا گھماؤ پر مسجد کی طرف ایک یا دو زیادہ تھے جو بہت صاف طور پر نمائشی معلوم ہوتے تھے۔ اُس سڑک سے بائیں طرف جو اسپتال کو جاتی ہے بہت سی چھوٹی چھوٹی اینٹوں کا ڈھیر لگ رہا تھا اور اُنکے بیچ میں ایک عجیب قسم کی عمارت مندر کی مشابہ نظر آتی ہے۔ مینے بہت سے مندر دیکھے ہیں لیکن ایسا کوئی مندر نظر سے نہیں گزرا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ کانپور کے ہندوں نے تعمیر کی اس عجیب مثال کو منہدم نہیں ہونے دیا۔ یہ عمارت دو منزلی ہے اور اُسکی سب سے اونچی چھت پہ مجھے سرخ جھنڈی کی جھلک نظر پڑی۔ یہ نئی سڑک بالکل بیچ میں ہے اور یقیناً مسجد سے زیادہ عجیب عمارت ہے۔ سڑک پر کوئی مسجد نظر نہیں آتی یا کم سے کم مجھے نظر نہیں آئی۔ ایک تنگ گلی بائیں طرف جو بالکل اس نئی سڑک کی متوازی ہے بساطی بازار میں ہو کر گزرتی ہے جہاں سے داہنے ہاتھ کو مڑنے پر تم ٹھیک مندر کے پاس نکلوگے۔ مسجد یہاں سے بھی کسی اجنبی کو نظر نہیں آتی۔ مجھے وہ مقدس حصہ زمین کا دکھلایا گیا جو سڑک کیلئے لیا گیا ہے۔ وضو خانہ، غسل خانہ اور دالان کے تمام آثار مٹا دیے گئے ہیں اور زمین ہموار کردی گئی ہے۔ بلکہ سرخ اینٹوں کا ایک بد صورت

سائکواں بھی وہاں بن رہا ہے جو مسجد ڈھانک لیتا ہے۔ مسجد کے اندر کا آدمی سڑک پر کی کوئی چیز نہیں دیکھ سکتا اور نہ مسجد سڑک پر سے نظر آتی ہے +

جس روز میں وہاں پہنچا ہوں اُسی روز مسٹر سید وزیر حسن آنریری سکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ، ڈاکٹر مولوی ناظر حسن بیرسٹر ایٹ لا اور اُنکے ساتھ کچھ لوگ اور لکھنؤ سے آئے تھے اور مسجد کو دیکھا تھا اور سربرآوردہ مسلمانوں میں سے جو باقی رہ گئے تھے اُن سے ملے تھے۔ اُنکے ساتھ مسٹر دت بیرسٹر ایٹ لا بھی تھے جنکو لکھنؤ کے مسلمانوں نے مقدمہ کے واقعات اور پولیس اور حکام ضلع کی زبردستیوں کی تحقیقات کیلئے بھیجا تھا + کانپور کے مسلمان مغموم تھے مگر دل سے اس بات پر جمے ہوئے تھے کہ مسجد کی حرمت کے لئے آخر تک لڑینگے +

سب سے زیادہ رنج اُن کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی خلاف توقع کارروائی پر تھا اور اُن میں سے ایک بھی نہ تو بلوہ کا خواہشمند تھا اور نہ نقض امن کا محرک +

شدت بے رحمی اور خونریزی اور بلا امتیاز بیگناہوں کی گرفتاریوں سے اول کے دو دنوں نے اُنکے حواس بجا نہ رکھے اور پولیس کو کافی موقع مل گیا تھا اور کوئی شخص اپنے کو محفوظ نہیں سمجھتا تھا + اسکے بعد اُنہوں نے قابل تعریف طریقے سے اپنے دلوں کو مضبوط کیا اور ایک معقول جوابدہی کا انتظام کیا + مسٹر فضل الرحمن وکیل اور چند اور کام کرنیوالے تمام ہندوستان کے مسلمانوں کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ بجز چند خوشامدیوں کے شہر کے تمام باشندے متفق ہیں۔ شہر کے سمجھدار ہندو بھی اُنکے ساتھ ہیں جو اس معاملہ میں انصاف کئے جانیکے خواہشمند ہیں۔ اگر مسلمان جان بوجھ کر بلوہ کرانا چاہتے تھے اور اسکی ترغیب دی تو اُنکو سزا ہونی چاہئے ورنہ اُن لوگوں کے ساتھ جنھوں نے اپنے کمزور معاملہ کو مضبوط کرنے کے لئے بلوہ پیدا کرانے کی تدبیریں کیں اُنکے ساتھ وہی سلوک ہونا چاہئے جو ایک قاتل کے ساتھ ہو سکتا ہے خواہ اُن کی قومیت، درجہ، مرتبہ کچھ ہی ہو۔ مسجد مختصر سی بساطی بازار کی دو دکانوں کے بیچ میں ہے اکثر بازار کے کاروباری سوداگر جو بغیر زیادہ وقت صرف کئے ہوئے اپنے خالق کی بندگی کر سکتے ہیں، وہاں آتے ہیں۔ مسجد کے متعلق آگے چلکر بیان کرونگا +

مسٹر محمد علی (۸) کی ڈاک میں کلکتہ سے آنیوالے تھے اور بہت سے لوگ اُن کے استقبال کیلئے اسٹیشن پر گئے ہوئے تھے لیکن وہ نہیں آئے۔ (۹) کی صبح کو ڈاکٹر انصاری اور مسٹر شوکت علی زخمیوں اور گرفتاروں کو دیکھنے کیلئے دہلی سے بذریعہ ڈاک تشریف لائے۔ کسی کو اُنکے آنے کی خبر نہیں تھی اسلئے کہ ڈاکٹر انصاری نے یکایک کانپور چند گھنٹوں کیلئے جانے کا فیصلہ کیا۔ کانپور پہنچنے پر وہ سیدھے اسپتال کو تشریف لیگئے جہاں زخمی اور بیمار پڑے ہوئے تھے + یہاں بھی اُس چھوٹی عمارت کا حصار کئے ہوئے ایک زبردست پولیس کا پہرہ برچھیوں کے ساتھ تھا۔ جب اُن لوگوں نے آنیوالوں کو ادھر آتے ہوئے دیکھا تو پولیس کے سب انسپکٹر متعینہ نے آگے بڑھکر اُن سے ملاقات کی اور اس بات کو معلوم کرنے پر کہ وہ زخمیوں کو دیکھنا چاہتے ہیں بکمال ملائمت معذرت کی کہ بغیر سپرنٹنڈنٹ کی اجازت کے انہیں نہیں دیکھ سکتے +

یہ لوگ سپرنٹنڈنٹ پولیس سے ملنے ہی جا[illegible] تھے کہ [illegible]یافت کرنے پر ڈاکٹر انصاری

کو معلوم ہوا کہ سول سرجن وہاں موجود ہیں یہ دونوں آدمی اُنکے پاس گئے اور ڈاکٹر انصاری کا کارڈ دیکھ کر اور یہ معلوم کر کے کہ یہ اجنبی کس پایہ کا آدمی ہے سول سرجن نے مہربانی کے ساتھ ہسپتال کے معائنہ کیلئے کہا۔ یہ ہسپتال ایک مختصر سی عمارت میں سب سے الگ تھلگ ہے جسمیں دو کمرے ہیں اور ہر چہار طرف برآمدہ ہے۔ جگہ بہت ہی تنگ تھی۔ مشرقی برآمدہ میں بارہ چارپائیاں اور ہر کمرہ میں چھ چھ چارپائیاں تھیں۔ جونہیں بیماروں کو یہ معلوم ہوا کہ ڈاکٹر انصاری جیسے بہادر اور بنی نوع انسان کے ہمدرد جنکو تمام مسلمانان ہند عزت اور محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ دہلی سے صرف اُنکو دیکھنے کیلئے تشریف لائے ہیں تو باوجود زخموں سے چور ہونیکے وہ لوگ اُنکا ہاتھ چومنے کیلئے اُٹھنے کی کوشش کرتے تھے۔ ڈاکٹر انصاری اور مسٹر شوکت علی ہر چارپائی کے پاس جاتے اور ہر زخمی کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے اور اُنکی صحت کی کیفیت کو دریافت کرتے ڈاکٹر انصاری نے اُن لوگوں کی نبضیں دیکھیں اور اُن کی حالتوں کو نوٹ کیا اور اُن سے تسکین آمیز الفاظ کہے اور اُن کو خدا پر بھروسہ رکھنے کو کہا جسکے ہاتھ میں اُن سب کی زندگی اور صحت ہے۔ ہر ایک کی زبان پر الحمدللہ کا کلمہ تھا۔ اور کوئی مسلمان ایسا موجود نہ تھا۔ خواہ وہ باہر سے آیا ہوا تھا یا اپنے فرض منصبی پر تعینات تھا جسکی آنکھیں نم نہو گئی ہوں ۔ ان بہادر اور بے گناہ لوگوں میں زیادہ تر لوگ یا تو بڈھے تھے یا بچے۔ میں نے ایک سفید ریش بڈھے سے قدیم طریقہ ادب کے موافق دریافت کیا کہ آپ کی کیا عمر ہوگی۔ جواب میں کہا کہ میں غدر میں بیس برس کا تھا۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ یہ ۸۰ برس کا ضعیف آدمی بغیر ایک چھڑی بھی ہاتھ میں لئے ہوئے مسٹر ٹاملر کی مسلح پیدل اور سوار پولیس کا مقابلہ کرنے کے لئے گیا تھا ۔ اسی عمر کے ایک اور بزرگ تھے۔ انکے علاوہ مولوی محمد سلیمان صاحب تھے جنکی عمر ساٹھ برس کی ہوگی۔ اُن کا تمام جسم چوٹوں سے نیلا ہو رہا تھا۔ جلسہ عام کے بخیر و بخوبی ختم ہونیکے بعد مولانا مسجد مچھلی بازار میں نماز پڑھنے کیلئے حسب عادت گئے تھے کہ پولیس نے یکایک اُنہیں گرفتار کر لیا۔ اور باوجود اسکے کہ وہ زمین پر پڑے ہوئے تھے اُنکو بہت سخت زدوکوب کیا گیا مولانا باوجود اپنے زخموں اور تکالیف کے برابر روزے رکھتے ہیں لیکن اس سے بھی زیادہ اندوہناک باتیں وہاں دیکھنے اور سُننے میں آئیں۔ بوڑھے لوگ تو اپنی زندگی کے دن پورے کر چکے ہیں مگر (ع)

حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

سخت زخم اُٹھانیوالوں میں دو چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں جنکی عمریں آٹھ یا نو برس کی ہونگی اُنکے سروں میں گولیاں لگیں تھیں۔ میں افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ اُن کی صحت کی امید نہیں ہے۔ بجز اسکے کہ خدا اُن کی مدد کرے۔ وہ بیہوش پڑے ہوئے تھے اور کون شخص ہوتا جو اُنکے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ نہ دیتا جیسا کہ اُن لوگوں نے دیا ۔ سول سرجن سے اور ہر ایک مریض سے ہاتھ ملانے کے بعد ڈاکٹر انصاری اور مسٹر شوکت علی مچھلی بازار کی مسجد کی طرف روانہ ہوئے اور راستہ میں ڈاکٹر عبدالصمد سے ملے جو ہسپتال کے قریب ہی رہتے ہیں اور جنہوں نے باوجود حکام کے چیں بجبیں ہونے کے بڑی جانفشانی سے زخمیوں کی دیکھ بھال کی ہے کا نپور میں موجودہ سرکاری کلیہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص میں اتنی انسانی ہمدردی ہے کہ وہ

اپنے زخمی مسلمان بھائیوں کی مدد کرنا چاہتا ہے یا بد قسمت بیگناہ جیل کے گرفتاروں کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے اور واقعہ کی سرکاری تفصیل کے ساتھ ہاں میں ہاں نہیں ملاتا ۔ تو وہ حضور ملک معظم جارج پنجم سے باغی ہے ✦

کانپور میں ڈاکٹر انصاری کی آمد کی خبر اُس وقت تک عام ہو چکی تھی لوگ اُنکے دیکھنے کے شائق تھے ۔ جدہر سے گاڑی جاتی لوگ اُنکے ہاتھوں کو بوسہ دینے کیلئے دوڑتے تھے ۔ بساطی بازار میں مسجد کے قریب لوگ اپنی دوکانیں چھوڑ چھوڑ کر مسجد میں اکٹھے ہو گئے ۔ ڈاکٹر انصاری اور مسٹر شوکت علی دونوں نے مسجد میں نماز صبح کی قضا پڑھی جو وہ ریل میں نہ پڑھ سکے تھے ۔ ہر شخص اُن سے بغلگیر ہونے کا مشتاق تھا ۔ وہاں مجھے معلوم ہوا کہ کس طرح ایک کمسن بچہ مسجد کے دالان کے اندر جان بوجھ کر گولی سے مارا گیا ✦ مسجد کے اندرونی دالان کے جنوبی گوشہ میں جو ہر طرح قابل احترام تھا گولیوں اور ہرن کے چھروں کے نشان ہیں ✦ مسجد کی چھت پر جہاں ایک تنگ دروازہ میں سے ہو کر راستہ جاتا ہی خون کے بڑے بڑے نشانات پڑے ہوئے تھے ۔ اگرچہ بارش ہو رہی تھی تاہم تمام پارٹی نے ان دھبوں کو صاف طور سے دیکھا ۔ یہ واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ پولیس پہلے سے اس مقام کو دھو چکی ہے ۔ دیوار پر بھی خون کے دھبے پڑے ہوئے تھے ۔ غریب و بیکس آدمی پناہ ڈھونڈنے کے لئے چھت پر بھاگ کر چلے گئے تھے ۔ مگر پولیس نے جسمیں اکثر سکھ تھے ۔ اُنکا تعاقب کیا اور وہاں سنگینوں سے اُنہیں زخمی کیا ۔ یہاں بھی ہمنے سب سے یہی ایک شکایت سُنی کہ بلوہ کرانیکے لئے خاص تدبیریں کی گئی تھیں ۔ اور یہ کہ حکام ایسے موقع کی تلاش میں تھے جس سے مسلمانوں کو ایسا سبق دیا جائے کہ وہ سالہا سال تک نہ بھول سکیں ✦

مسجد کی نسبت کچھ کہا جا چکا ہے منہدم شدہ حصہ کو میں نہیں دیکھ سکا ۔ لیکن مجھ سے یہ کہا گیا کہ وہ ایک تنگ دالان تھا ۔ جسکے ایک سرے پر نالی بہتی تھی ۔ جہاں بیٹھکر لوگ وضو وغیرہ کرتے تھے ۔ جب کبھی صحن نمازیوں سے بھر جاتا تھا تو وہاں نماز بھی کئی بار ادا کی گئی ہے ۔ نالی کے پرے غسلخانہ اور استنجہ خانہ واقع تھا ۔ انکو منہدم کر دیا گیا ہے اور میونسپل کمیٹی نے لال اینٹوں کی ایک دیوار کھڑی کر دی ہے تاکہ نئی سڑک سے مسجد دکھائی نہ دے ۔ مسجد کے دالان میں گولیوں کے نشانات اور چھت پر خون کے دھبوں کے فوٹو لئے گئے ہیں ۔ مسجد کا دوبارہ معائنہ کرنیکے بعد مسٹر شوکت علی اور ڈاکٹر انصاری ریلوے اسٹیشن یہ دریافت کرنیکے لئے گئے کہ شاید مسٹر محمد علی اور مسٹر مظہر الحق اکسپریس ٹرین سے تو نہیں آئے جو دو گھنٹے دیر سے پہنچے تھے ۔ ہمنے مسٹر محمد علی اور مسٹر شریف بیرسٹرایٹ لا کو دیکھا جنہیں بنگال مسلم لیگ اور کلکتہ کے مسلمانوں نے خاص طور پر معاملہ کی تحقیقات کرنیکے لئے بھیجا تھا اور جو ان کی طرف سے مقدمہ کی پیروی کرنے والے ہیں ۔ ڈاکٹر انصاری مسٹر محمد علی اور مسٹر ایس ۔ ایم شریف صاحب مجسٹریٹ سے ملنے کیلئے عدالت میں گئے مگر چونکہ وہ وہاں موجود نہیں تھے ۔ اسلئے وہ انکے بنگلہ پر تشریف لیگئے ۔ اور مولانا آزاد سبحانی ۔ شیخ احمد اللہ صاحب ۔ شیخ یٰسین اور دیگر قیدیوں سے جیل میں اور زخمیوں سے ہسپتال میں ملاقات کرنے کی اجازت مانگی ۔ مسٹر ٹائلر بہت اخلاق سے پیش آئے

اور انہیں جیل اور ہسپتال کا معائنہ کرنیکی اجازت دیدی۔ صاحب مجسٹریٹ نے مسٹر محمد علی سے اطلاعاً کہا کہ انہیں مبلغ ۲۰۰ روپے زخمیوں اور شہیدوں کے پس ماندگان کی امداد کیلئے موصول ہوئے ہیں اور اس معاملہ میں ان سے مدد وغیرہ کی درخواست کی جسکا مسٹر محمد علی نے نہایت خوش ہوکر وعدہ کیا ؎

وہ ہم سے کہہ رہے ہیں میری جان جائیے　　اللہ تیری شان کے قربان جائیے

مسٹر محمد علی نے مسٹر ٹائلر سے یہ بھی بیان کیا کہ ہندوستان بھر کے مسلمان شہداء کے پس ماندگان۔ مجروحین کی بیوی بچوں۔ اور حوالاتیوں کے اخراجات برےت کیواسطے فنڈ کھول رہے ہیں اور امید ہے کہ عامہ مسلمان نہایت کشادہ دلی سے چندہ دینگے مسٹر ٹائلر نے مسٹر محمد علی سے صورت معاملات پر گفتگو کرنے کی خواہش ظاہر کی مگر انہوں نے معذوری ظاہر کی اور کہا کہ جبتک میں بچشم خود موقعہ کو ملاحظہ نکر لوں اور اپنے حسب اطمینان واقفیت بہم نہ پہنچا لوں میں معاملات پر رائے زنی اور بحث نہیں کرسکتا۔ صاحب مجسٹریٹ کی درخواست پر ملاقات کا وقت ۹ بجے رات قرار پایا + سب سے پہلے مسٹر محمد علی۔ ڈاکٹر انصاری بسٹر ایس۔ ایم۔ شریف اور مسٹر شوکت علی نے جیل کا ملاحظہ کیا۔ جونہی وہ وہاں داخل ہوئے اُنہوں نے اپنے دائیں طرف دیکھا کہ چند حوالاتی اپنے رشتہ داروں کا بھیجا ہوا کھانا لے رہے ہیں۔ مذکورہ بالا حضرات نے ہر ایک حوالاتی سے معانقہ کیا اور کچھ عجیب دلگداز سماں پیدا ہوگیا۔ ہر ایک پر ایک گونہ حالت طاری تھی۔ ڈاکٹر انصاری کو دیکھ کر سب کے دل پر گہرا اثر ہوا مسٹر ایس۔ ایم۔ شریف نے پوچھا کہ ملازمین جیل آپ سے کس قسم کا سلوک کرتے ہیں سب نے جواب دیا کہ مسٹر گنڈا سنگھ داروغہ جیل ہم سے اچھا سلوک کر رہے ہیں اور ہم اُنکی عنایت کے ممنون ہیں۔ اُسکے بعد ملاحظہ کرنے والے حضرات دوسرے کمرہ میں گئے جہاں ستر کے قریب مسلمان حوالاتی رہتے ہیں۔ جب اُنہیں معلوم ہوا کہ تشریف لانے والے صاحب کون ہیں۔ تو وہ آگے بڑھ کر اُن سے بغلگیر ہوئے مسٹر شریف نے پوچھا کہ آپ میں سے کوئی صاحب کچھ کہنا سُننا چاہتے ہیں؟ اُنہوں نے کہا کہ میں مسلمانان بنگال کی طرف سے آپکے مقدمہ کی پیروی کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں اور علاوہ دیگر نامی گرامی وکلاء کے مسٹر اے رسول اور مسٹر مظہر الحق بھی عنقریب کانپور میں تشریف لائینگے اور یہاں قیام کرکے مقدمہ کی پیروی کرینگے مولانا آزاد سبحانی کے احباب اس خبر سے خوش ہوگئے کہ اگرچہ ہم ان حضرات کی تشریف آوری سے بہت متاثر ہوئے۔ مگر انکے چہرہ پر کسی قسم کا ملال نہیں تھا اور وہ پورے طور سے خندہ پیشانی تھے۔ شیخ احمد اللہ صاحب خلف الرشید شیخ محمد حلیم صاحب بھی جو مولنا آزاد سبحانی صاحب کی طرح واقعہ کے دو گھنٹہ بعد اپنے گھر سے جو مسجد سے کہیں دور تھا گرفتار کئے گئے بشاش دکھائی دیتے تھے۔ اگر انہیں کچھ فکر تھا تو صرف اپنے پیرانہ سال والد بزرگوار کی نسبت تھا۔ چیدہ چیدہ حوالاتی مسٹر شریف سے دیر تک بات چیت کرتے رہے جنہیں اُن سے ملاقات کرکے بہت اطمینان حاصل ہوا۔ ابتک حوالاتیوں کے کسی رشتہ دار کو اُن سے ملنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی اور یہی وجہ ہے کہ وہ مذکورہ بالا حضرات کی آمد سے بدرجہ غایت

خوش ہوئے انہیں اس بات کے معلوم ہونے پر بھی خوشی ہوئی کہ جمیع مسلمانان ہند انکی قانونی چارہ جوئی کے واسطے فراخ حوصلگی سے چندہ جمع کر رہے ہیں اور یہی ان کی بیگناہی کی دلیل ہے۔ انہوں نے شکایت کی کہ شناخت کے وقت کچھ بے قاعدگی سی عمل میں آئی۔ ایک گھنٹے کے بعد سب صاحب پھر اپنے مصیبت زدہ بھائیوں سے بغلگیر ہو کر رخصت ہوئے ✚ انہیں یہ بات دیکھ کر بہت رنج ہوا کہ باوجود اس امر کے اظہار کے کمسن اور نابالغ لڑکے حوالات سے رہا کر دئے گئے تھے۔ ابھی بہت سے چھوٹی عمر کے بیگناہ لڑکے حوالات میں بند ہیں۔ چنانچہ اُن میں ایک ہونہار خوش وضع معصوم تھا جو بمشکل سات آٹھ سال کی عمر کا ہوگا۔ حوالاتیوں میں ایک نہایت شریف سوداگر ہیں جو واقعہ کانپور کے روز ہی بوقت دس بجے صبح دہلی سے واپس گئے تھے اور مسجد پر گولیاں چلائی جانے کی خبر سنکر یوں ہی وہاں پہنچ گئے۔ مگر پولیس نے انکو بھی پکڑ کر حوالات میں بند کر دیا۔ اسکے بعد شیخ رحمت اللہ صاحب عہ مالک نامی پریس کانپور کے نیم فاتر العقل بیٹے کو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ وہ مسٹر محمد علی سے خود آ کر پوچھنے لگا۔ کیا آپ میرے والد شیخ رحمت اللہ صاحب عہ کو جانتے ہیں۔ مسٹر محمد علی نے اُسے سینہ سے لگا کر جواب دیا۔ کیوں نہیں؟ اُس غریب کو کچھ پتہ نہیں تھا کہ یہ سب معاملہ کیا ہے۔ بالکل بھولا بھالا دکھائی دیتا تھا۔ اُسنے اپنے والد کے نام صرف یہ پیغام دیا کہ مجھے صاف ستھرے دُھلے ہوئے کپڑے درکار ہیں۔ کل حوالاتیوں کو صاف ستھرے کپڑوں کی اشد ضرورت ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اُن میں سے بہت سے روزہ رکھتے ہیں۔ اُنہوں نے بیان کیا کہ ملازمین جیل۔ خاصکر دارو غہ صاحب ہمارے مذہبی محسوسات کا خیال رکھتے ہیں۔ ملاحظہ کرنیوالے صاحبوں نے دارو غہ جیل کا جنہوں نے ساتھ ہو کر حوالاتیوں سے انکی ملاقات کروائی۔ شکریہ ادا کیا۔ اور پھر ہسپتال کا رُخ کیا۔ صاحب مجسٹریٹ کی اجازت کے بعد کسی ملازم شفاخانہ کو ہمارے جانے پر کوئی اعتراض نہ ہو سکتا تھا۔ ڈاکٹر انصاری نے مجروحین کے زخموں کے متعلق مفصل یادداشتیں مرتب کر لیں جو غالباً اخبارات میں شائع ہونگی ✚ مسٹر محمد علی نے ہر ایک زخمی کو دیکھا بھالا اور کہا کہ اخبار پایونیر کے کانپوری نامہ نگار کا بیان ہے کہ آپ لوگ مولوی صاحبان پر لعنت بھیج رہے ہیں اور شاکی ہیں کہ اس سب مصیبت کے موجب وہی ہیں۔ اور پوچھا کہ کیا یہ بات درست ہے۔ یہ سُنکر سبنے کانوں پر ہاتھ دھرے اور کہا معاذ اللہ! معاذ اللہ! ✚ خوراک کی نسبت ہر ایک زخمی کو شاکی پایا۔ وہ کہتے تھے روٹی بہت کڑوی اور بدمزہ ہوتی ہے چنانچہ ڈاکٹر صاحب کی اجازت سے مسٹر محمد علی نے مجروحین کی افطاری اور خوراک کی بہم رسانی کے لئے کچھ روپیہ دیا ✚ ہسپتال سے رخصت ہوتے وقت اپنے بیکس و بے بس بھائیوں کو اشکبار دیکھ کر سب صاحب آبدیدہ ہوئے۔ اوروں نے تو بیواؤں اور یتیموں کی آہ و زاری سُنی ہو یا نہ سُنی ہو مگر ہمنے تو اس زندان بلا میں اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھا ہے۔ اُسوقت کی مت پوچھو جب ہمیں ایک آٹھ سال کے معصوم بچے اشفاق الٰہی کے دم توڑنے کا روح فرسا نظارہ دیکھنا پڑا۔ اسکے پہلو میں ایک اور کمسن بچہ نور الٰہی نامی حالت غشی میں تھا اور تھوڑے تھوڑے وقفہ کے

بعد بے اختیار "ابا جی اور اماں جی" پکار اُٹھتا تھا۔ غریب ماں تو پاس نہیں تھیں مگر ابا جی اُسے پانی وانی پلانے کی خاطر اسکے سرہانے بیٹھے رہتے تھے۔ یہ بچہ تو شاید بچ جائے مگر اشفاق الٰہی کا حافظ خدا ہی ہے۔ جب ہمنے صبح کو ہسپتال کا ملاحظہ کیا تو وہ بالکل بیہوش پڑا تھا اور بعد دوپہر بھی اسکا یہی عالم تھا۔ ہائے کیسا خوبصورت پیارا بچہ تھا۔ خدا یقیناً اس ننھے معصوم شہید جفا کو اپنی جوار محبت میں جگہ دیگا۔ حاضرین میں سے ہر ایک نے اسکے منہ پر بوسہ دیا اور دل ہی دل میں اسکے حق میں دعا کر رہے تھے۔ ہائے سه

روا نہ تھا کسی مذہب میں جو وہ کام کیا
غرض وہ کام کیا کام ہی تمام کیا

سرکاری بیانات کے مطابق (۲۳) آدمی مر چکے ہیں اور اسی قدر زخمی ابھی ہسپتال میں زیر علاج ہیں اور بہت سے زخمی ایسے بھی تھے جو گولی کھا کر روپوش ہوگئے اور چپکے سے ملک عدم کو سدھار گئے۔ عام افواہ ہے اور بعض اصحاب اسکے متعلق واقفیت بھی بہم پہنچا رہے ہیں کہ بہت سی لاشیں گم کردی گئی ہیں۔ جنکا نام و نشان تک نہیں دیا گیا۔ سات سو سے اوپر تو صرف گولیاں اور کارتوس ہی استعمال میں لائی گئیں۔ سنگینوں اور بھالوں وغیرہ کا استعمال اسکے علاوہ ہے ×

اس میں ذرہ بھر شبہ نہیں کہ مسجد کے متعلق مسلمانان کانپور و بیرونجات نے صرف قانونی اور باضابطہ چارہ جوئی کے ذرائع اختیار کرتے اُنکے وجوہات نہایت لاجواب تھے انہیں پورا پورا یقین تھا کہ صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے فیصلہ کو سرجیمس مسٹن ہی منسوخ کردینگے اور گورنمنٹ آف انڈیا کی جانب رجوع کرنے کی نوبت ہی نہیں آئیگی جیسا کہ مسٹر محمد علی نے پرائیوٹ خط وکتابت میں سرجیمس مسٹن سے کہا تھا۔ معاملہ مسجد میں علما ہی کا فیصلہ قابل احترام ہوسکتا ہی اور مسٹر سم اور ٹائلر کا یہاں کچھ دخل نہیں اب بھی انہیں کے فیصلہ پر معاملہ طے ہوگا۔ اور اس امر سے انکار کرنا مشکل ہے۔ بھلا مسجد کے بار دگر تعمیر کرانے میں بلوہ کس طرح مفید ہوسکتا تھا؟ معاملہ تو محض مذہبی ہی تھا مسلمان تو اسی بات کے متمنی ہیں کہ مسجد کا حصۂ منہدمہ پھر تعمیر کردیا جائے اور جبتک وہ تعمیر نہ کردیا جائیگا غل غپاڑہ فرو نہیں ہوگا۔ انکا ہرگز منشا نہ تھا کہ صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ یا لفٹنٹ گورنر بہادر سے ناحق خرخشہ کریں انکے خیال میں تو بلوہ کے معنی یہ تھے کہ عامۂ ناس کی ہمدردی اُن سے منقطع ہوجائیگی۔ بنظر بریں حالات وہ کس طرح اپنے معاملہ کو جو بہمہ وجوہ مبنی برحق تھا بلوہ کرکے کمزور کرسکتے تھے؟ انکے برخلاف ضد کے پورے اور دُھن کے پکے مسٹر ٹائلر تھے جو اپنے کمزور معاملہ کو مضبوط بنانے کی دھن میں تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح وہ اس کھیل میں جیت جائیں۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے انہیں بلوہ ہی کی ضرورت تھی۔ اور وہ کراکے ہی رہے چونکہ مسلمانوں کو ہنگامہ اور بلوہ کی ضرورت نہ تھی اور انکے لیڈروں نے انہیں شاندار جلسۂ عید گاہ میں صاف طور پر متنبہ کردیا تھا کہ ہمیں صرف جائز اور باضابطہ ذرائع ہی اختیار کرنے چاہئیں لہذا مسٹر ٹائلر نے انہیں اشتعالک دلاکر بلوہ کرنیکا مرتکب کروا ہی دیا ×

باشندگان کانپور پوچھتے ہیں کہ وہ چھ یا سات پٹھان کہاں ہیں جو جلسوں میں بے اندازہ غل غپاڑہ کا اظہار کیا کرتے تھے جو علماء کو گالیاں دیا کرتے تھے اور انپر بزدلی کا الزام لگا!

کرتے تھے وہ لڑکوں کو اور احمقوں کو پھسلا کر مسجد کی جانب ہانک کر لے گئے اور
اس مصنوعی جنگ کو چھیڑ کر خود غائب ہو گئے نہ تو وہ ہنگامہ میں لڑتے دکھائی دئے نہ
انکی لاشیں ہی مردوں میں پائی گئیں۔ نہ ہسپتال میں زخمیوں کے زمرہ میں
ہیں اور نہ جیل خانہ ہی میں حوالاتیوں میں شامل ہیں۔ وہ ہیں کہاں؟
یا تو انکا علم ذاتِ خدا کو ہے یا پولیس کو۔ اصلی پٹھان تو لڑائی سے بھاگ
نکلنے کے عادی نہیں! وہ تو اس کھیل سے ڈرا نہیں کرتے جسکا نتیجہ کشت و خون ہے
اللہ! وہ کس قسم کے پٹھان تھے؟ صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور پولیس مستعد اور
تیار تھی۔ دس منٹ کے اندر اندر وہ موقعہ پر جھٹ سے پہنچے اور گولی برسانا شروع کر دیا۔

دوسرا سوال جو کانپور میں اکثر پوچھا جاتا ہے یہ ہے کہ گولی چلانے کے حکم کی ضرورت
ہی کیا تھی۔ مجمع تو کچھ تھا ہی نہیں۔ لے دے کے بچوں کا ایک مختصر سا گروہ اور تھوڑے
سے احمقوں کا مجمع جو حصہ منہدمہ پر جا کر خشک اینٹوں کو بغیر گارے چونے کے ایک
دوسرے کے اوپر چننے اور ایک سیاہ جھنڈا کھڑا کرنے لگ گیا۔ عید گاہ کا مجمع تھا تو
بے حساب تھا ان میں سے تو خال خال نے مسجد کا رُخ کیا۔ آلات مہلک کا تو ذکر
ہی کیا ہے۔ ان غریبوں کے ہاتھ میں تو چھڑیاں بھی نہ تھیں۔ ان حالات کے ہوتے
ہوئے کون کہسکتا ہے کہ وہ ملک معظم کی قواعد داں سپاہ کے مقابلہ کو گئے تھے؟
اگر حکام ذرا تحمل اور بردباری سے کام لیتے تو وہ ماخوذ کئے جا سکتے تھے۔ بچے کب تک
اینٹیں پھینکتے چلے جاتے؟ دو منٹ نہیں۔ چار منٹ میں انکا جوش مدہم پڑ جاتا
اور کسی قسم کی تکلیف پیش نہ آتی۔ ایک اور سوال جو اکثر پوچھا جاتا ہے یہ ہے کہ
نیک نہاد رحم دل مسٹر ٹائیلر کا مدعا گولی چلانے کے حکم دینے میں کیا تھا۔ کیا وہ
مجمع کو منتشر کرنا چاہتے تھے یا رعیت کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کرنے پر تلے ہوئے
تھے؟ اگر انکا یہ حکم مجمع کو پراگندہ کرنیکا تھا تو کیا وجہ ہے کہ اکثر زخم مجروحین کی پیٹھ پر
لگے ہیں؟ اوپر کے سوالات وہ سوالات ہیں جنکی جواب دہی صاحب ڈسٹرکٹ
مجسٹریٹ اور اُنکے ماتحتوں کو خدا اور خلق دونوں کے روبرو کرنی ہوگی۔ اس معاملہ
میں مسلمان بجز انصاف کے کسی اور چیز کا مطالبہ نہیں کرتے۔ خواہ مسلمان اس
خونریزی کے مجرم ہیں اور خواہ مسٹر ٹائلر اور اُنکے ماتحت مجرم کو ضرور کیفر کردار کو
پہنچنا چاہیے۔ چونکہ مسٹر ٹائلر اور مسٹر ڈوڈ بذاتہ اس مقدمہ میں اُلجھے ہوئے ہیں
اور اس تمام قتل انسانی کا بوجھ اُن کی گردن پر ہے۔ تو انہیں کانپور سے تبدیل
کر کے کسی اور مقام پر بھیج دینا چاہیے اور بلا رو و رعایت تفتیش اور تحقیقات ہونی
چاہیے۔ مسٹر لے رسول اور دیگر بیرسٹر صاحبان کی رہائش کیلئے بنگلہ کا انتظام
کیا جا رہا ہے۔ اخبار بنگالی نے اپنا خاص نامہ نگار کانپور میں بھیجا ہے تاکہ وہ مقدمہ
کے صحیح صحیح تفصیلی حالات درج اخبار کر سکے۔ از حد ضروری ہے کہ ہر ایک اسلامی اخبار
اپنے نامہ نگاروں کو مقدمہ کی روئداد ارسال کرنے کی غرض سے کانپور میں بھیجدے
کیونکہ اس امر کا بہت بڑا اندیشہ ہے کہ مقامی حکام مقامی نامہ نگاروں کو ڈرا دھمکا دینگے۔
کانپور میں عمائدین کی ایک کمیٹی قائم کی گئی ہے جو شہدا کے پسماندگان اور
مجروحین کے اہل و عیال میں بغرض امداد روپیہ بانٹ رہے ہیں اور ماخوذین

کے لئے قانونی امداد کا بندوبست کر رہے ہیں + ڈاکٹر انصاری اور مسٹر شوکت علی چھ گھنٹے کے قیام کے بعد دہلی کو واپس چلے گئے۔ اور ۱۰ تاریخ کی صبح کو مسٹر محمد علی اور مسٹر شریف ڈاک میں کلکتہ کو روانہ ہوگئے + مولانا ابوالکلام آزاد ایڈیٹر الہلال سے ملاقات کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ سارجنٹ پولیس نے جو کانپور میں ریلوے سٹیشن کی ڈیوٹی پر تھا۔ اُنہیں جھٹ شناخت کرلیا اور کہدیا کہ "آپ ویٹنگ روم میں تشریف لے جائیں اور زیادہ لوگوں سے بات چیت نہ کریں۔ اسکے بعد مجھے معلوم ہوا کہ حکام نے اُنہیں فوراً کانپور سے چلے جانیکا حکم دیا۔ خدا کیلئے کوئی بتائے کہ کون سے قانون کے رو سے؟ واقعہ کانپور کے متعلق جو حالات پاینیر میں درج ہوں۔ انکی نسبت سمجھ لینا چاہئے کہ حکام کی تراش خراش سے محفوظ نہیں اور ان پر کسی قسم کا اعتبار نہیں کرنا چاہئے بعض حکام کی دلی آرزو ہے کہ حالات صحیحہ پر کسی طرح پردہ ڈالا جائے + معاملہ کی افق پر گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا رہا ہے مگر اس میں ایک چمکیلی کرن بھی موجود ہے۔ خوشی کا مقام ہے کہ ہنود کانپور نے وہاں کے مسلمانوں سے برادرانہ سلوک روا رکھا ہے۔ وہ سچائی اور انصاف کی حمایت پر ہیں۔ کتب خانہ وکلاء کے ہندو ممبر صاحبان ڈاکٹر انصاری اور انکے دوسرے رفقاء سے ملاقات کرنے کو کمرہ سے باہر تشریف لائے اور محبت آمیز گفتگو کی اُنہوں نے کہا کہ اگرچہ سانحہ کانپور پر ہمیں از حد افسوس ہے مگر اسکے سبب ہمیں ڈاکٹر انصاری اور دیگر معزز مسلمان برادرانِ وطن سے تعارف کا موقعہ ملا ہے +

مسٹر ٹائلر اور پولیس کے پاس اپنے فعل کے جواز کا کوئی ثبوت نہیں ایک وقت وہ ہندوستان بھر کے مسلمانوں کو ایک مہیب اور ہولناک سازش کے مرتکبین میں شامل کرنے کی خواہش مند تھے مگر آخر کیلئے؟ اور کس جرم کی پاداش میں؟ کیا اُنہوں نے انگریزی راج درہم برہم کرنیکا ارتکاب کیا تھا یا محض سم اور ٹائیلر جیسے حکام کی جابرانہ اور بے ادبانہ فعل کے برخلاف انصاف طلبی کا جو ان صاحبوں کے خانہ خدا کے ایک حصہ کو شہید کرنے سے وجود میں آیا + میں بوثوق کہہ سکتا ہوں کہ وہ اس امر کا ثبوت بہم نہیں پہنچا سکتے کہ اندرونی یا بیرونی شورش پسند بلوہ کرانا چاہتے تھے بھلا جس چیز کا وجود ہی نہ ہو اسے کہاں سے لائینگے مسٹر ٹائلر اور اُن جیسے دیگر حکام کا افسوس مصنوعی اور ریاکارانہ ہو سکتا ہے مگر ہم تہ دل سے اس قضیہ نامرضیہ پر افسوس کرتے ہیں۔ مقدمہ شیخ حبیب اللہ صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس جیسے مشہور افسر کے سپرد ہے۔ اور پولیس بہت سی ناممکن باتوں کو ممکن بنا سکتی ہے۔ ہم اس مضمون کا خاتمہ کرتے ہیں اور ناظرین کو یاد دلانا چاہتے ہیں کہ پست خانہ جہاں کی آزادہ رو اور انصاف شعار عدالتوں کے علاوہ ایک عدالت عالیہ ایسی بھی ہے جہاں ایسا حاکم تختِ انصاف پر متمکن ہے جو مسٹر ٹائیلر، مسٹر سم مسٹر ڈوڈ اور شیخ حبیب اللہ جیسے مقدروں کے پردہ دل کے اسرار سے واقف ہے +

(ہمدرد دہلی)

کھد گئی کانپور کی مسجد — رہ گیا بُت کدہ مگر باقی
اُڑ گئی دین سے وفاداری — نام کو بھی نہیں کسر باقی
رہ گئے بُت اگر زمانہ میں — نہ رہے گا خدا کا گھر باقی (الشاہد)

مشہد اکبر

اور اس کا دردناک نظارہ کانپور میں

اے محمد گر قیامت سر بروں آری زخاک ۔۔۔ سر برآور دیں قیامت درمیان خلق بیں
خون خلقے ریختہ است بر حریم مسجدت ۔۔۔ زآستاں بگزشت ومارا خون دل از آستیں
پیروان دین حق را خوں بخاک آغشتہ شد ۔۔۔ از پئے خاکے کہ ہر مسلم برو سایہ جبیں

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما اتاھم اللہ من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم۔ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔ (آل عمران)

غیر آئینی خونریزی

وہ کیا عجیب منظر تھا جب کربلائے کانپور میں کئی ہزار بے دست وپا برطانی رعایا برہنہ سر برہنہ پا۔ باچشم نم وبادل پرغم ایک سیاہ علم کے نیچے جو اسلام کی مظلومی وبیکسی کا نشان تھا۔ کئی سو معصوم بچوں کے ساتھ چند اینٹوں اور پتھروں کا ڈھیر لگا رہے تھے اور انکی زبان پر وہ دعا جاری تھی جو وقت تعمیر کعبہ ابراہیم واسمٰعیل کی زبان پر جاری تھی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم (بقرہ) پروردگار اپنے گھر کے لئے ہماری ان چند اینٹوں کو قبول کر تو سن رہا ہے اور جان رہا ہے۔

یہ پر اثر مقدس نظارہ ختم نہیں ہوا تھا کہ مسٹر ٹائلر (مجسٹریٹ کانپور) کی سپہ سالاری میں ایک مختصر سوار اور پیدل فوج تمام اسلحہ سے مسلح نمودار ہوتی ہے اور دس منٹ تک اپنی بندوقوں سے اڑا اڑا کر گولیوں کی ایک چادر ہوا میں پھیلا دیتی ہے۔ پردہ جب چاک ہوتا ہے میدان میں خاک وخوں میں تڑپتی ہوئی لاشیں نظر آتی ہیں۔ جن میں بعض معصوم جانیں بھی ہیں جو افسوس دم توڑ چکیں۔

گورنمنٹ پریس کا فرشتۂ غیب ہم کو اطلاع دیتا ہے کہ میدان میں ۱۲ لاشیں تھیں۔ پھر بتاتا ہے ۱۸ تھیں۔ عقیدتمند دل اسکو تسلیم کرتا ہے لیکن عقل حجت طلب کو کیونکر سمجھائیں کہ ایک تنگ میدان میں ۱۰-۱۵ ہزار آدمیوں کا مجمع ہے پولیس بے محابا۔ ۱ منٹ تک بے پروائی سے اُن پر گولیاں برساتی ہے۔ ہر گولی ایک دور کے فاصلہ تک پھیلتی ہے اور صرف ۱۸ لاشیں اُنکے صدمہ سے گر پڑتی ہیں۔ مسلمان اپنی روئیں تنی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اُن کو مسرور ہونا چاہئے کہ گورنمنٹ پریس بھی اُنکے اس اعجاز کو تسلیم کرتا ہے۔

حکومت قانون کے ماتحت ہے۔ لیکن افسوس ہم زبان کے ماتحت ہیں ہم پر گورنمنٹ کا قانون حکومت نہیں کرتا۔ ہم پر حکام کی زبان حکومت کرتی ہے۔ ایک ضعیف وکمزور مجمع جسکے ہاتھ میں کوئی آلہ ضرر نہیں۔ جو کسی انسان کا محترم خون نہیں گراتا۔ جو کسی کی جان وعزت پر حملہ نہیں کرتا۔ صرف ایک جنبش لب سے آغشتہ بخاک وخوں ہو جاتا ہے۔

بے شبہ وہ قانون کی مخالفت کرتا تھا۔ لیکن اُسکی تادیب کیلئے عدالت کے کمرے اور قیدخانوں کی کوٹھریاں تھیں۔ سنگین کی نوکیں اور بندوقوں کی گولیاں نہ تھیں۔ برٹش مورخ ہمکو بتا سکتا ہے کہ پنجاب اور منچسٹر کے کتنے ہنگاموں میں ان آتشی ہتھیاروں

سے کام لیا گیا ہے؟ ہم جانتے ہیں کہ وہ ہم کو جواب دیگا کہ برسٹل اور کانپور میں کتنی مسافت ہی؟ لیکن اے معصوم مورخ! برائے خدا ہمیں بتانا کہ برسٹل اور کانپور کی ذی روح حقیقتوں میں کتنا فصل ہے؟

نصرانی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ عورتوں میں روح نہیں لیکن اے نصرانی! پیغمبر ناصرہ کیلئے بتانا کیا تیرا یہ اعتقاد ہے کہ مسلمانوں میں روح نہیں ہاں روح ہی لیکن تو نے اُنکو بے روح کر دیا ہے۔ اُن میں جان ہے لیکن تو نے اُن کو بے جان کر دیا۔ کیا تجکو شریعت کا یہ حکم یاد نہ رہا کہ "تو خون مت کر" +

اسباب شورش

سر جیمس مسٹن کی سرکاری اطلاع کہتی ہے کہ معاملۂ انہدام مسجد کیلئے مسلمانان کانپور میں کوئی جوش نہیں صرف بیرونی مسلمانوں کو جوش ہے"۔ واقعۂ قتل عام سے پہلے بھی یہ غلط تھا کہ اگر یہ سچ تھا تو مسلح سپاہی وقت انہدام مسجد کو کیوں گھیرے تھے؟ سنگینوں اور بندوقوں کے ہیبتناک نظاروں سے کن کو ڈرایا جا رہا تھا؟ اور اب تو حکومت صوبہ متحدہ کو خود نظر آ رہا ہوگا کہ لوازم تدبر و سیاست سے اُسکا خزینۂ حکومت کسقدر تہی تھا +

سر جیمس مسٹن کی سرکاری اطلاع کی شہادت ہے کہ مسلمانان کانپور کا جوش جرأت اسلامیہ کی برافروختگی اور طعن و تشنیع و ملامت کا نتیجہ ہی۔ لیکن وہ کون تھا جسنے مسلمانوں پر غیرت کاذبہ اور جوش مصنوع کا الزام دیا تھا؟ خود سر جیمس مسٹن۔ وہ کون تھا جسنے مسلمانوں کو طعنہ دیا تھا کہ مسلمانوں کے جوش و غیرت کی حقیقت صرف چند الفاظ ہیں؟ صوبہ کا نیم سرکاری اخبار پاینیر۔ اور پھر وہ کون تھا جسنے مسلمانوں کو کہا تھا کہ انکی غیرت و حمیت کا جولانگاہ صرف قلم کا میدان ہی؟ شہنشاہی انگلستان کی نیم سرکاری زبان ٹائمز +

سر جیمس مسٹن نے قصداً مسلمانوں کو چھیڑا اور اُنکے اُس جوش دینی اور ولولۂ اسلامی کو جھوٹا کہا۔ جو ۱۳۰۰ برس سے جھوٹا نہوا تھا۔ اُنہوں نے اُن زیر خاک انگاروں کو راکھ کا ڈھیر سمجھا جو تیرہ سو برس سے اسی طرح روشن ہے۔ سر جیمس مسٹن کے یقین کیلئے دلیل چاہئے تھی۔ فرزندان اسلام بڑھے اور اُنہوں نے مقتل عام میں جا کر جسمانی پردہ جو فرمانروائے صوبہ کے سامنے حائل تھا اُلٹ دیا اور دُنیا کو نظر آ گیا کہ درحقیقت اس پردہ کے پیچھے سُرخ انگارے تھے جو خود دوسروں کو نہ پھونک سکے پر خود کو پھونک دیا +

سر جیمس مسٹن اب کیا چاہتے ہیں؟ کیا دعوائے سابق کے یقین کیلئے کسی اور دلیل کے طالب ہیں۔ اگر حقیقت میں اُن کی طلب صادق ہی۔ اور اُن کی کوشش کامل ہی تو ہم بتاتے ہیں کہ ان آہنی زنجیروں میں بھی آگ ہی جو اسیران مدافعت ملی کے ہاتھوں اور گردنوں میں ہیں۔ اُنہیں خبردار رہنا چاہئے کہ زنجیروں کی آہنی جسمانیت سے ٹکرا کر شعلہ نہ پیدا کرے +

صوبہ متحدہ کا طرز حکومت اُسی وقت ایک خونیں منظر کا اشارہ کر رہا تھا۔ جب اُسکا فرمانروا ایک طرف اسٹریچی ہال (علیگڈھ) میں اور دوسری طرف

مقامی دربار (گورکھپور) میں ایک اسپیکر کی حیثیت سے نمودار ہوا تھا۔ اُس نے دھمکی دی تھی کہ "بزور اس جوش کو فرو کرونگا" آخر ۳ اگست کو اُسوقت جبکہ وہ بریلی میں تھا اور ایک مسلمان ریاست (رامپور) اُسکا خیر مقدم کر رہی تھی اُسنے بزور اس جوش کو فرو کر دیا +

ہمیں اسکا خوف نہیں کہ مسلمان ایک مسجد کے اعادۂ حرمت کی کوشش میں مقتول و مجروح ہوئے۔ کہ یہ اُن کی خصوصیت ملی ہے۔ ایک ہزار تین سو برس ہوئے کہ مسجد خلیل کی بقائے حرمت کیلئے سر بکف ہیں۔ لیکن اسکا خوف ہے کہ حکومت متحدہ جن غیر قانونی گولیوں سے اپنی وفادار رعایا کو مجروح کر رہی تھی اُس سے وہ خود تو مجروح نہیں ہو گئی؟

روز حزن و ملال ملی

شہدائے کانپور کی یاد ہمارے دل میں ہر وقت تازہ رہیگی۔ ہم اُنکی برسی منائینگے ہم اُنکا مرثیہ پڑھینگے۔ ہم اُنکی مظلومی و بیکسی کو ہر وقت یاد رکھینگے۔ ہم اُنکے جوش حمایت دینی و مدافعت ملی کو روئیں گے۔ ہم آئندہ سے ۳ اگست کی صبح کو ۱۰ محرم کی دوپہر سمجھینگے۔ کہ یہ ہماری مظلومیت کی پہلی قسط تھی اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان، اللھم اجعلھم لنا ذخراً واجعلھم لنا فرطاً واجعلھم لنا شافعین و مشفعین +

۴ اگست کی صبح کو ہز آنر لفٹنٹ گورنر صوبہ متحدہ اسپیشل ٹرین سے کانپور پہنچکر پہلے قتلگاہ تشریف لائے جہاں اُنہوں نے دیکھا ہو گا کہ صرف ایک انسانی ضد اور غلط کاری نے جو گورنمنٹ کے منشائے قانونی کے بالکل غیر مطابق تھی اُس دیوار کے نیچے جہاں چندروز پہلے تیشوں نے ایک معبد اسلام کی بے حرمتی کی تھی پرستاران دین حنیف دیوار کی ایک ایک اینٹ کو اپنے خون کا سُرخ کفن پہنا رہے تھے کہ اُس کی ہر ایک اینٹ دین توحید کی ایک ایک سرد لاش تھی۔ انہوں نے اپنے گرم خون کے چھینٹے دیے کہ ان بیجان لاشوں میں حرکت پیدا ہو۔ حرکت پیدا ہوئی اور اُسنے تمام ہندوستان کو لرزا دیا +

ہندوستان لرزتا ہے۔ کون ہے جو اسکو تھامے؟ ہندوستان مضطرب ہے۔ کون ہے جو اسکو تسکین دے؟ ہندوستان وقف فریاد ہے۔ کون ہے جو اُس کی فریاد رسی کو آمادہ ہو؟ +

مقتولین کانپور! تم پر نماز نہیں پڑھی گئی کہ تم مغفور تھے۔ ہم گنہگار تمہاری مغفرت کی کیا دعا مانگتے؟ لیکن سُنا ہے کہ تم کو کفن نہ ملا۔ گولیوں اور بندوقوں کے قطع و برید کے بعد تمہارے جسم اسپتال کی قینچیوں اور چھریوں کے کام آئینگے۔ غزوۂ بنی لحیان میں شہدائے اسلام کی لاشیں فرشتوں نے اُٹھالی تھیں۔ ہم آج بھی یقین رکھتے ہیں کہ اخفائے راز کیلئے اگر پولیس نے تمہاری لاشیں دریا میں نہیں پھینکیں۔ اور زمین میں نہیں دفن کیں تو یقیناً تمہاری لاشوں کو فرشتوں نے اُٹھا لیا۔ کہ رضوان الٰہی اُن کا منتظر تھا +

مجروحین کانپور! تمنے گولیاں کھائی ہیں! نیزوں سے تمہارے سینوں میں سوراخ

کیا گیا ہے؟ تمہاری آنکھوں میں سنگینیں بھونکی گئی ہیں؟ تمہارے ایک ایک عضو کو زخموں سے چور کیا گیا ہے؟ تمہیں یاد ہوگا کہ فرات کے کنارے بھی اسلام کا ایک قافلہ اسی طرح لٹا تھا۔ جسکے بعد بنو امیہ کی تاریخ کا ورق الٹ گیا ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلاً +

معصوم بچو! اور ریاض اسلام کے نودمیدہ غنچو! تمہیں کسنے مرجھا دیا؟ سر جیمس مسٹن کے الفاظ طعن نے تمہارے بیگناہ و ناآشنائے جرم دلوں کو مضطرب کر دیا۔ تم بڑھکر اپنے دہن زخم سے اس الزام کی تکذیب کرو۔

اے طائران قدس! اڑ جاؤ کہ عرش کی سبز قندیلیں تمہاری منتظر ہیں +

اخبارات کے سیاہ حرفوں میں ہمارے لئے تنبیہ و عبرت نہ تھی۔ قدرت نے خون کی سرخ تحریروں میں ہمیں نامۂ عبرت و دستور تنبیہ بھیجا۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے اسکو پڑھا۔ اور اس سے تنبیہ و عبرت حاصل کی +

کانپور کا واقعہ کانپور کا واقعہ نہیں رہا بلکہ دنیائے اسلام کا واقعہ ہے مسلمانان عالم نے ہر ہر گوشہ سے ہمارے پاس اپنے مصائب و آلام کی آغشتہ بخون اطلاعات کا ہدیہ بھیجا تھا۔ ہم شرمندہ تھے کہ ہمارے پاس انکے تحفہ کیلئے جو سامان تھا اسمیں خون کے قطرے نہ تھے۔ اب ہم شرمندہ نہیں۔ اے مسلمانان عالم! ہمارے بہے ہوئے خون۔ کٹی ہوئی رگوں اور تڑپتی ہوئی لاشوں کا ہدیہ قبول کرو +

سرکاری بیانات

ایک منظر کی ایک ہی تصویر ہو سکتی ہے لیکن حادثۂ کانپور کے سرکاری بیانات نے جو مختلف تصویریں کھینچی ہیں انکا نتیجہ صحیح وہی ہے جو قانون شہادت کے رو سے ایسے مختلف و متضاد بیانات کا ہو سکتا ہے۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ مسٹر ٹائلر (مجسٹریٹ کانپور) بحیثیت فریق دوم و مدعی علیہ اسوقت جو شہادت دے رہے ہیں بحیثیت مجسٹریٹ انہوں نے کبھی ایسی شہادت اپنی مجلس حکومت میں قبول کی ہوگی؟

سر جیمس مسٹن کے ورود کانپور کے قبل و بعد جو اطلاعیں شائع ہوئی ہیں ان میں بیک نظر ایک عجیب عموی اختلاف نظر آتا ہے +

(۱) ہز آنر کے ورود کانپور سے قبل جو اطلاع شائع ہوئی ہے اس میں پولیس کی قوت و استیلا مسٹر ٹائلر کی عجیب غریب بہادری۔ قوت اقدام مسلح سپاہیوں کی محیر العقول قادر اندازی مجمع کی پریشانی۔ بے سروسامانی۔ اضطراب فرار کو بتفصیل دکھایا گیا ہے۔ ہز آنر کے ورود کانپور کے بعد ایک تیز مشق اور چابک دست مصور نے اس منظر کا جو مرقع طیار کیا۔ اس میں ہم پولیس کو ساکن و غیر متحرک مسٹر ٹائلر کو ایک سپہ سالار کے بجائے ایک ناصح مشفق کی حیثیت سے مجمع کے سامنے پاتے ہیں۔ مجمع شدت جوش و غضب سے ڈھیلوں اور اینٹوں سے مسلح آگے بڑھا اور اسنے نہایت بیدردی سے پولیس پر حملہ کیا اور اسقدر قریب پہنچ گیا کہ پولیس بمشکل حملہ آور ہو سکی۔ ۱۰ منٹ کے بعد غنیم کی فوج میگزین چھوڑ کر جسمیں ڈھیلوں اور اینٹوں کی مقدار کثیر پائی گئی۔ میدان سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ اور اسطرح بمشکل میدان فتح ہو سکا +

(۲) غنیم نے مقتولین و مجروحین کی جو تعداد میدان جنگ میں چھوڑی بیان اول میں اُس کی مقدار ۱۳ مقتول اور ۲۰ مجروح بیان کی ہے لیکن بعد کے بیانات سے یہ مقدار بہت بڑھ جاتی ہے۔ اور خصوصاً جب ہم وہ مقدار بھی شامل کر لیں جنہوں نے اسپتال میں دم توڑا اور اکثر مجروحین کے متعلق طبی مشیروں کی مایوسی جب سُنتے ہیں تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اس مقدار کو کہاں تک بڑھائیں +

(۳) بیان اول میں سبب انعقاد مجلس کو نامعلوم بتایا گیا ہے۔ اور بقرینہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ فتح ادرنہ اور مسجد کانپور کے متعلق کچھ تقریریں ہوئیں لیکن دوسرے بیان میں نہایت وضاحت و تفصیل سے مقررین و خطبائے مجلس کی پُرجوش و پُرغضب تقریروں کا حوالہ دیا گیا ہے جنکے سحر سے تمام مجمع مسحور ہو گیا تھا +

(۴) بیان اول سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکام شہر کو اس اجتماع کثیر اور ابتدائے شورش کی اطلاع نہ تھی اور بے خبری میں ان واقعات کی ابتدا ہوئی لیکن دوسرے بیان میں ہم ایک فقرہ پڑھتے ہیں کہ "مسلح پولیس جو پہلے سے تیار تھی" گیا اس سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ کارفرمایان شہر اس جلسہ کی اہمیت سے پہلے سے واقف تھے اور ہم نہیں سمجھ سکتے کہ کن مصالح دو یہ و مناظر خونیں کی توقع میں حسب موقع مداخلت کے وہ منتظر تھے +

(۵) بیان اول میں غنیم کے ہاتھوں میں صرف دو قدیم اور وحشیانہ طرز کے ہتھیاروں کا ذکر ہے۔ یعنی اینٹ اور پتھر۔ بیان مابعد میں ہم ایک اور خطرناک سلاح (لاٹھی) کا بھی باغیوں کے ہاتھ میں ہونا پڑھتے ہیں +

(۶) پہلی رپورٹ میں مسٹر ٹائلر کی نسبت اتنا مذکور ہے کہ وہ مسلح پولیس کی سوار و پیادہ فوج کی جمعیت میں موقع پر پہنچے۔ اس فوج کو پیچھے چھوڑ کر پہلے وہ تنہا مسجد کے قریب آئے۔ انپر بھی حملہ ہوا اور وہ ٹھہر گئے"۔ اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسٹر ٹائلر بھی حملہ سے محفوظ نہ رہے۔ لیکن بیان ثانی میں اسکے متعلق ایک حرف مذکور نہیں: "مسٹر ٹائلر مجسٹریٹ شہر موقع پر پہنچے۔ مجمع نے ان کی ایک نہ سُنی۔ اور پولیس پر حملہ کر دیا"۔ ایک ضلع کے حاکم و والی پر حملہ ہونا اس تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ ہو سکتا ہے۔ لیکن ہم کو اس "ترک واقعہ" کے حقیقی اسباب معلوم نہیں جنکی بنا پر اس واقعہ ہائلہ کے ذکر سے اطلاعات سرکاری کی تاریخ کا دوسرا ایڈیشن خالی رہا +

(۷) پہلی اطلاع میں اُن عجیب و غریب و غیر آئینی اسباب کا استعجال و سرعت واقعہ نگاری میں ذکر ضروری نہ تھا جنکی بنا پر پولیس کو حملہ کی ضرورت محسوس ہوئی لیکن دوسری اطلاع میں نہایت بلیغ طرز ادا میں مذکور ہے کہ "مسٹر ٹائلر نے نہایت صبر سے کام لیا۔ اور اُسوقت تک فائر کا حکم نہیں دیا جبتک پولیس اور پہرہ داروں کی حفاظت جان کیلئے فائر کرنا ضروری نہ ہو گیا"۔ اور انہیں الفاظ مصنوعہ کی تکرار ہز آنر آگرہ میں فرماتے ہیں +

ہز آنر کا قدوم کانپور

امید تھی کہ جب ہز آنر سر جیمس مسٹن کانپور کے مناظر خونیں کا ملاحظہ فرمائیںگے تو اُن کا دل لطف سے بھر جائیگا اور حکام کی نا عاقبت اندیشی۔ استحال سفک۔ انہاک

حرمت قانون - اور سعی نقض امن سے اُن کو کامل واقفیت کا موقع ملیگا. اُنھوں نے مسجد منہدم کو ملاحظہ کیا - در و دیوار شکستہ سے اسلام کی بیکسی و بے نوائی کی مجسم تصویر نظر آئی ہوگی - وہ میدان قتل میں تشریف لائے . مظلوم اور ناکردہ گناہ لاشوں کا وہاں ڈھیر ہوگا - بوڑھے اور ضعیف العمر انسانوں کو جو حملے کے لائق نہ تھے - ایک طرف مسجد کے نیچے پڑے دیکھا ہوگا جو خون میں تڑپ تڑپ کر رہ گئے ہونگے - دوسری طرف ننھے ننھے معصوم بچے سنگینوں اور برچھیوں سے سوراخ سوراخ نظر آئے ہونگے - غریب فاقہ کش نیچے درجہ کے مسلمان جنکو میں اب نیچے درجہ کا نہیں کہہ سکتا - اُس سینہ پر گولی کھاکر گرے ہونگے جسپر غربت و افلاس نے پیرہن کا ایک تار باقی نہ رکھا تھا - ہاں اب خون کی سُرخ چادر پردہ پوش بیکسی ہوگی - اُنھوں نے نوجوان و نوعمر مسلمانوں کی ایک جماعت خون میں شرابور دیکھی ہوگی جو اپنے کنبہ کی تنہا امید اور اپنے والدین کی تنہا قوت تھے کیا ہز آنز کی آنکھوں میں آنسو نہیں ڈبڈبائے؟

یہاں سے ہز آنر نے شفا خانے کا رُخ کیا - شفا خانہ کا صحن خون کی چھینٹوں سے رنگین دیکھا ہوگا - ایک ایک پلنگ پر دو زخمی نظر آئے ہونگے - کسی کی آنکھ میں نیزہ کی انی چبھ گئی ہے - کسی کا سینہ زخموں سے چور ہے - کوئی خون تھوک رہا ہے کسی کا سر پھٹ گیا ہے - کسی کا دھڑ سنگین سے ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ہے ایک تسمہ باقی ہے - کسی کے ہاتھ میں برچھوں کی نوکیں گھُس گھُس گئی ہیں - کوئی تڑپتا ہوگا کوئی تڑپ بھی نہ سکتا ہوگا - کوئی کراہتا ہوگا - کوئی کراہ بھی نہ سکتا ہوگا - کیا اس عبرتناک منظر کو دیکھ کر ہز آنر کے سینہ سے ایک آہ نہیں نکلی؟

قید خانہ آئے وہاں فرزندان اسلام کا ایک مجمع ہوگا جن میں اکثر وہ تھے جو میدان میں موجود نہ تھے اور گھروں سے بلاکر اُن کو قید کیا گیا - ان ناکردہ گناہوں کے ہاتھوں میں زنجیریں ہونگی جو ایک مجرم کی نشانی ہے - اُن کی صورت سے بیکسی چہروں سے حزن و ملال اور آنکھوں سے مظلومیت ظاہر ہوگی اور اُنکے دل جو دو برس کے حوادث اسلامیہ سے نازک ہوگئے ہیں - دھڑک رہے ہونگے ان سے مل کر ہز آنر کی زبان سے ایک کلمہ افسوس نہیں نکلا؟

ہز آنر جب کانپور کی گلیوں میں پھر رہے تھے (حسب بیان خود) انھوں نے بیوؤں کی دردناک گریہ و زاری - یتیموں کی پُر حزن و ملال فریاد و بکا اور مجروحین کے کراہنے اور دم توڑنے کی آوازیں سُنیں - لیکن کیا ہز آنر کا قلب رقیق اس سے متاثر ہوا؟ +

تقریر آگرہ

ہز آنر جب آگرہ تشریف لے گئے - اور وہاں تقریر فرمائی تو نتائج کو عدالت کے سپرد کیا - اور فرمایا کہ "حکام نے اُسوقت تک حملہ کا حکم نہیں دیا جبتک حفظ امن کے لئے وہ مجبور نہو گئے" از راہ الطاف خسروانہ ہز آنر مسٹن ظاہر فرما سکتے ہیں کہ مسلمان کن ہتھیاروں سے مسلح تھے؟ اُنھوں نے پولیس کو چھیڑا - یا پولیس نے اُنکو چھیڑا؟ اُنھوں نے کس کی جان لینے کا ارادہ کیا تھا؟ اُنھوں نے کسکا گھر لوٹنا چاہا تھا؟

کسنے اُن کو اشتعال دیا؟ تاکہ بیجا شور وغل کی اُن کو سزا ملے جنہوں نے اپنی رزولیوشنوں۔ میموریلوں۔ یادداشتوں اور برقی پیغاموں سے حکام کو سخت تکلیف پہونچائی تھی۔ اور جن میں بقول ہز آنر وپاؤنیر جوش صحیح وغیرت صادقہ موجود نہ تھی ✦

کیا ہز آنر ہم سے جوش صحیح کے اسی مفہوم کے طالب تھے۔ جسکو انہوں نے ۳ اگست کو مچھلی بازار کانپور میں دیکھا؟ کیا پاؤنیر غیرت صادقہ کی اسی حقیقت کا متقاضی تھا جو ۳۔ اگست کو ایک مسجد کے سامنے منکشف ہوئی؟ اگر یہ سچ ہے تو ہمارے جوش صحیح اور غیرت صادقہ کا امتحان ہونا تھا وہ ہوچکا۔ ہز آنر کو نہ اب ہماری جہالت پر افسوس کرنا چاہئے نہ پاؤنیر کو ہماری سرکشی سے خفا ہونا چاہئے

ہز آنر آگرہ کی تقریر میں فرماتے ہیں "انتشار مجمع اور تکمیل امن کے بعد حکام نے مقتولین و مجروحین کے ساتھ نہایت ہمدردی کی اور انتقام کا مطلق خیال انکے دل میں نہ تھا" ہاں ہمنے اُس ہمدردی کو دیکھا جو تیشوں سے ہماری مسجد کے ساتھ اور گولیوں سنگینوں اور نیزوں سے ہمارے سینوں کے ساتھ کی گئی۔ جسمیں مسٹر کس ہمدردی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں؟ کیا اسکی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ قیدیوں کو ایک چھٹانک کھانا ملتا ہے؟

ہز آنر فرماتے ہیں "حکام کے دل میں انتقام کا مطلق خیال نہ تھا" کیا انتقام کے بعد بھی انتقام لیا جا سکتا ہے؟ مجمع کے منتشر مجروحین کے نیم مردہ اور مقتولین کے دم توڑنے کے بعد انتقام کے لائق کون تھا؟

مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی

ہز آنر آگرہ کی تقریر میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ "حکام نے اُسوقت تک حملہ نہیں کیا جبتک حفظ امن کی بنا پر وہ اسکے لئے مجبور نہو گئے" ہز آنر کے اس چھوٹے سے فقرہ کی جوامع الکلمی دیکھو کہ اس میں عدالت کانپور اور ہائی کورٹ الہ آباد کی وہ دراز و طویل داستان جو کئی جلدوں میں اور کئی مہینوں میں تمام ہوتی کلام کے ایک فقرہ میں اور وقت کے ایک لمحہ میں ختم ہو گئی۔ جس میں اُنہوں نے بطور "ایمان غیب" جو ہر نیک و ایماندار کا درجہ اقصےٰ ہے۔ جس سے ہم ہز آنر کو مستثنےٰ نہیں کرسکتا۔ صدق دل سے اسکو تسلیم کر لیا ہے کہ نقض امن کے ذمہ دار مسلمان تھے۔ اور یہی الزام کے مستوجب ہیں۔ لیکن کیوں حضور! جناب کا یہ فقرہ صحیح ہے یا یہ کہ "ہم ابھی کسی کو الزام نہیں دے سکتے کیونکہ یہ عدالتوں کے طے کرنے کی چیز ہے؟"

اب کیا کرنا چاہئیے؟

ہوا جو ہونا تھا۔ اب یہ سوال کا موقع ہے کہ گورنمنٹ کو کیا کرنا چاہئے۔ اور ہمکو کیا کرنا چاہئے؟

گورنمنٹ کو کیا کرنا چاہئیے؟

بیانات سابقہ۔ واقعات مذکورہ۔ اور انتقادات متصدرہ نے اس حقیقت کو

بالکل منکشف کر دیا ہے کہ اس حادثۂ عظیمہ کے ذمہ دار ہز آنر سر جیمس سٹن مسٹر ٹائیلر سی مجسٹریٹ اور مسٹر سیم چیرمین میونسپلٹی کے ناعاقبت اندیش۔ ناانجام بیں غیر آئینی اور خلاف منشائے اعلان حکومت (حریت مذاہب) پالیسی اور پولیس کی بے ضابطہ مداخلت اور غیر قانونی اشتعال انگریزی ہے۔ پس گورنمنٹ کا فرض ہی کہ حکام سے نہایت سخت قانونی مواخذہ اور پولیس پر اشتعال طبع کا جرم قائم کرے۔ سزا دلائے۔ اور پسماندگان شہدائے کانپور کیلئے کچھ ماہوار مقرر کرے +

یہ ایک ایسی جائز خواہش ہے جسکے انکار کی ہم کوئی وجہ نہیں پاتے۔ اس سلسلہ میں گورنمنٹ کو ان مغرور وناعاقبت اندیش مشیروں سے بچنا چاہئے جو ہر موقع پر گورنمنٹ کو سخت و درشت پالیسی کا مشورہ دیتے ہیں۔ یہ سچ ہی کہ توپ کے گولے پھانسی کی ڈوری اور قیدخانہ کی زنجیر۔ ان میں سے ہر شے ہر جسم کو مطیع و فرمانبردار بنا سکتی ہے۔ لیکن قلوب کی اطاعت و فرمانبری کے لئے صرف ایک نگاہ لطف اور ایک جنبش دست کرم کافی ہے پس سوال یہ ہے کہ گورنمنٹ ہمارے اجسام پر حکومت کرنا چاہتی ہے جسکے تابع قلوب نہیں ہیں۔ یا قلوب پر حکومت کرنا چاہتی جسکے ساتھ اجسام کی حکومت بھی ہے +

ہمکو کیا کرنا چاہئے؟

کانپور کا واقعہ اب فقط کانپور ہی کا واقعہ نہیں رہا۔ تمام ہندوستان کا واقعہ ہوگیا۔ پس تمام مسلمانان ہندوستان کو چاہئے کہ:۔

اپنی اپنی جگہ پر پُرزور جلسے کرکے گورنمنٹ کو مظالم حکومت متحدہ کی طرف متوجہ کریں۔ کلکتہ۔ بمبئی۔ لکھنؤ۔ لاہور۔ پٹنہ وغیرہ تمام بڑے بڑے شہروں سے ایک ایک قانونی مشیر مقدمۂ کانپور کیلئے بھیجنا چاہئے۔ چنانچہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ مسلمانان کلکتہ کی طرف سے عنقریب ایک بیرسٹر کانپور بھیجا جائیگا اور کل پرسوں کے تاروں سے جو بمبئی وغیرہ سے آئے ہیں یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ کئی بیرسٹر کانپور روانہ ہونے والے ہیں +

مجروحین اور پسماندگان شہدائے کانپور کی اعانت کیلئے معتبر اشخاص کی معرفت کانپور چندہ بھیجنا چاہئے۔ اسکے لئے ضروری ہے کہ خاص کانپور یا اُسکے متصل کسی شہر مثلاً لکھنؤ میں اسکی صدر مجلس قایم کی جائے جس میں صرف مخلص اور ہمدرد مسلمان شریک ہوں۔ جو نہایت اخلاص و دیانت کے ساتھ جمع و تقسیم زر اعانت کی خدمت انجام دیں +

(الہلال ۱۳ اگست ۱۹۱۳ء)

بچی کھچی لہو کی بوندیں

(علامہ شبلی نعمانی کی اشکبار آنکھوں سے)

اگرچہ آنکھ میں نم نہیں ہے اب باقی　　اگرچہ صدمۂ بلقان سے جگر شق ہے
بچا رکھے ہیں مگر میں نے چند قطرۂ خوں　　کہ کانپور کے زخمیوں کا بھی کچھ حق ہے

کہو تکبیر

(میری وہ تقریر جو بتاریخ ۴ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ مطابق ۸ اگست ۱۹۱۳ء بعد نماز جمعہ میرٹھ شہر کی جامع مسجد میں دس ہزار مسلمانوں کو سُنائی گئی)

اَللّٰہُ اَکْبَرُ - اَللّٰہُ اَکْبَرُ - لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ - وَاللّٰہُ اَکْبَرُ - اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

اُس بندوق کی قسم جو ظالم و مظلوم کے ہاتھ میں یکساں کام کرتی ہے - اُس سنگین کی قسم جو دوست و دشمن کے سینہ میں برابر اُتر جاتی ہے - اُس تلوار کی قسم جسپر آج غیر کا قبضہ ہے تو کل ہمارا ہوگا - اُس پستول کی قسم جو ہر انگلی کے اشارے سے کام کرسکتا ہے ہم کانپوری شہیدوں کے ماتم میں یہاں جمع ہوئے ہیں ہم اُن زخمیوں کی ہمدردی کرنی چاہتے ہیں جو کانپور میں بندوق و ریج و سنگین کا نشانہ بنائے گئے +

اس مسجد کی قسم جسکے اندر آج ہم سب کلمہ گو بھائی صف بند نظر آتے ہیں - کانپوری مسجد کا غم ہمکو یہاں کھینچکر لایا ہے وہ مسجد جو مچھلی بازار میں تھی - وہ مسجد جسکا ایک حصہ سڑک ہی کی خاطر زور اور ظلم سے شہید کردیا گیا - وہ مسجد جسکے محبت کرنیوالے مسلمانوں کو ۲۹ شعبان کے دن بندوقوں نے دس منٹ لگاتار فیر کرکے خاک و خوں میں ملادیا - وہ مسجد جسکے سامنے ہمارے بوڑھے بزرگوں کی لاشیں تڑپ تڑپ کر گریں اور اُن کی سفید ڈاڑھیاں خون سے لال ہوگئیں +

اُس مسجد کی قسم جسکے سامنے دم توڑنے والے شہیدوں نے یہ کہا - سلام ہمارا مدینے والے سلطان پر جسکے دین کی لاج پر جان دیتے ہیں - سلام اُس پر جو حجاز کے اونچے پہاڑوں سے آیا ہے اور ہمکو اپنے سینے کے سہارے لئے بیٹھا ہے - ہماری زخموں کو پیار کرتا ہے - جسکے گیسو دراز نواسے حسنؑ حسینؑ اس مقتل میں اپنی سُرخ سبز قباؤں کے دامن بچھا رہے ہیں اور ہم کو اُن پر لٹاتے ہیں جنکی صاحبزادی فاطمہ زہرا اپنے باپ کی ہچکیاں لینے والی اُمت کو پانی کے گھونٹ پلاتی پھرتی ہیں - جسکے طفیل جنت کی حوریں کوثر کے جام لائی ہیں +

اُس مسجد کی قسم جسکے اندر سیکڑوں بیگناہ ستم کی رسیوں سے باندھے گئے اور دیکھو مُجھکے پیاسے جیل خانہ کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں بند کئے گئے +

ہم اس غرض سے یہاں آئے ہیں کہ اپنے کانپوری شہیدوں کی ارواح کو درود و سلام بھیجیں - ہم اسلئے یہاں اکٹھے ہوئے ہیں کہ کانپوری زخمیوں کی تیمارداری کے لئے تدبیریں سوچیں - اُنکے زخموں کے واسطے مرہم بھجوائیں اور قیدیوں کی رہائی دلوانے کا کچھ سامان کریں اور شہیدوں کے بیکس بال بچوں کو بھوک پیاس کی تکلیف سے بچائیں +

میرٹھ کے مسلمانو - اسلام تم سے اپنا حق مانگتا ہے - کانپور کے مسلمانوں نے اپنا حق جان و مال سے ادا کردیا - وہ قربان ہوگئے اور مسجد کی بے آبروئی پر کٹ مرے - تم سے فقط مال کی مانگ ہے تاکہ زخمیوں اور شہیدوں کے پسماندوں اور قیدیوں کے گھر والوں کی مدد کی جائے +

دوسری مانگ تم سے اور ہے اسکو بھی سُنو اور زور سے اک نعرہ تکبیر بلند کرو اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ - اور وہ طلب یہ ہے کہ سب ایک ہوجاؤ اور ہندوستان کے نیک دل ویسرائے حضور لارڈ ہارڈنگ بہادر کو فریاد نامے

بھیجو کہ کانپوری حکام نے ہمارے بھائیوں کو ناحق تیغ و تفنگ کا نشانہ بنایا۔ ہماری مسجد کو تلوار کے زور سے ڈھا دیا۔ بے قصور مسلمانوں سے جیل خانے بھر دیے۔ لارڈ ہارڈنگ کو لکھو لندن کی پارلیمنٹ کو لکھو۔ اور اُس رحمدل آدمی کو لکھو جسکا نام جارج خامس ہے اور جو ان ظالم حکام اور کانپوری مظلوموں کا منصف بادشاہ ہے وہ بادشاہ جو مسلمانوں کے دین سے محبت رکھتا ہے۔ جسنے دہلی دربار میں آنے کے وقت اُس جہاز میں سفر کیا جسکا نام مدینہ تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ نجات مدینہ کے نام میں ہے۔ وہ بادشاہ جسنے جامع مسجد دہلی کا طواف کیا۔ وہ بادشاہ جسکے آگے جلوس دربار کے موقع پر اسلامی جھنڈا تھا جسپر نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ لکھا ہوا تھا۔ ہم کو اپنے اس انصاف پسند بادشاہ سے امید ہے کہ وہ کانپور کے ظالم انگریزوں کی جفاکاریوں کو معاف نہیں کریگا +

اللہ کے بندو ہراساں اور مایوس ہو۔ کمر ہمت مضبوط باندھو۔ آنکھیں دیکھتی ہیں کہ بول بالا ہونیکا وقت قریب آیا ہے۔ کان سنتے ہیں کہ عذاب الٰہی کا بادل گرج رہا ہے +

کانپوری مسجد کا واقعہ ایسا نہیں ہے جس سے تم بے خبر ہو یا جسکو سنکر تمہارے دلوں میں جوش پیدا ہوا ہو۔ مگر اس ملک میں کچھ انگریز ہیں جو کہتے ہیں کہ گنتی کے چند مسلمان اور اخبارات غل مچا رہے ہیں۔ باقی مسلمانوں کو تو کانوں کان خبر بھی نہیں۔ کاش وہ بدنصیب جانتے کہ اسلام کے کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں ایک ایسی بجلی ہے جو انگریزوں کے بے تار کے تار میں بھی نہیں پائی جاتی۔ اسمیں ایک ایسی لہر ہے جو دنیا کے تمام سمندروں کی موجوں سے زیادہ پُرخروش ہے۔ اُن کو یقین کرنا چاہئے کہ سارا ہندوستان کانپوری مسجد کے معاملہ میں ایک دل اور ایک زبان ہے۔ کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا بلقان وطرابلس کے دور دراز ملکوں میں جب ہمارے بھائیوں کے ایک پھانس چبھتی تھی تو یہاں پردیس میں ہم ہندوستانیوں کے دلوں پر خنجر چل جاتے تھے۔ کیا یہ لوگ مسلمانوں کا جوش دیکھنا چاہتے ہیں۔ کیا ان کو آرزو ہے کہ مسلمان اپنا ایجی ٹیشن دکھائیں۔ مگر ان سے کہدو ہمارا جوش فیشن اور نمائش کا جوش نہیں ہے جو میز کرسی تک محدود رہے ہم جب جوش میں آتے ہیں آسمان تھرا جاتا ہے۔ سمندر ڈر کے مارے سمٹ جاتا ہے پہاڑ پست ہو جاتے ہیں۔ دریاؤں کی روانی رُک جاتی ہے۔ ہمارا جھنڈا جب بلند ہوتا ہے تو سینٹ پال کے گرجا کے سوا اور کہیں نصب نہیں ہوتا۔ اسلئے ہم زور سے درخواست کرتے ہیں کہ ہم کو نہ چھیڑا جائے۔ ہم وفادار لوگ ہیں۔ ہم اپنے بادشاہ کے فرمان پر سر جھکانے اور اُسکے پسینے کی جگہ خون بہانے والے لوگ ہیں۔ کیونکہ خدا اور رسول نے ہمکو یہی حکم دیا ہے۔ تم ہمکو نہ ستاؤ۔ اور چپ چاپ اپنا کام کرتے رہو۔ ملکہ معظمہ وکٹوریہ کے اُس عہد کا خیال رکھو کہ ہندوستانیوں کے مذہب میں حکومت کبھی کوئی مداخلت نہ کریگی +

ہماری کانپوری مسجد بنا دو۔ ہمارے قیدیوں کو چھوڑ دو۔ ہمارے زخمیوں کو ہمارے حوالے کرو اور موقع دو کہ ہم اطمینان سے اپنے مالک الملوک پروردگار کے آگے سر جھکائیں اور اسکی عبادت کریں جسکے لئے ہم پیدا ہوئے ہیں + مسلمانو۔ خیال تو کرو کہ آج جبکہ تم آرام سے اپنے گھروں میں بیٹھے ہو کانپوری شہیدوں اور زخمیوں کے بال بچوں پر کیا گزر رہی ہوگی۔ خدارا جیب میں ہاتھ ڈالو اور اُنکی مدد کیلئے حسب توفیق کچھ دو +

(اخبار توحید ۸ اگست ۱۹۱۳ء)

"کانپوری شہید کے گھر میں"

پہلی رات

کانپوری اسٹیشن کے پلیٹ فارم کے بنچ پر دلی کا مستانہ فقیر مغرب سے کچھ پہلے سر جھکائے بیٹھا تھا یہ وہ دن تھا جبکہ کانپور میں ہولناک خونریزی ہو چکی تھی اور جبکہ الہ آباد سے دہلی جاتے وقت یہ فقیر بھی چند گھنٹہ کیلئے کانپور ٹھہر گیا تھا اور خونریزی کے بعد کانپور کے بازاروں میں ایک گشت لگا کر اسیوقت اسٹیشن پر آیا تھا۔ ریفرشمنٹ روم میں بکثرت یورپین یوریشین عورت مرد بچے بیٹھے ہوئے تھے اور پلیٹ فارم کے قلیوں کو دیکھ رہے تھے جو ایک جگہ حلقہ بنائے بیٹھے کچھ کانا پھوسی کر رہے تھے۔ اس منظر کو دیکھ کر مینے مغرب کی طرف نظر اُٹھائی جہاں سورج ڈوب رہا تھا اور لرزتی ہوئی شعاعوں کا ہاتھ بڑھا کر آنیوالی رات سے مصافحہ کر رہا تھا +

اس نظارہ کو جسم کی آنکھ نے دیکھ کر دل سے کہا تو بھی دیکھ۔ دل اسوقت خود فراموش تھا۔ اسکے کان رات دن کی آخری باتیں سُننے میں مصروف تھے۔ دن نے کہا۔ پیاری کلو۔ میں جاتا ہوں اور دُنیا کا چارج تجکو دیتا ہوں۔ رات بولی۔ ڈیئر سن خدا حافظ۔ جاؤ۔ مگر حساب کا پرچہ دیتے جاؤ۔ تاکہ میں خدا کے بندوں کے اعمال کا جائزہ لے سکوں +

دن سکرات کے عالم میں موت کی ہچکیاں لے رہا تھا۔ اسکے مُنہ سے فقط اتنا نکلا۔ اندھیری رات آج سفید آدمیوں کے اعمال تیری صورت سے زیادہ کالے ہیں۔ تو مجھ سے اعمال نامے نہ مانگ اور کانپوری مظلوموں کے گھروں میں جا۔ جہاں بیقرار جانیں تیری راہ دیکھتی ہونگی۔ بیوہ عورتیں اکیلی ہونگی۔ جنکے شوہر مسجد کے سامنے تیغ ستم سے ہلاک کردیے گئے۔ یتیم بچے باپ کی انتظار میں رو رہے ہونگے۔ تو جا اور ان سب کو آغوش شفقت میں لے +

دن کی دلخراش وصیت سُنکر رات نے دُنیا کیطرف مُنہ موڑا۔ اور پہلے تاریکی برسانیوالی آنکھوں سے ایک سکوت و حیرت کی نگاہ کائنات پر ڈالی۔ جونہی مینے نماز مغرب کی سُنتوں کے بعد دُعا کیلئے ہاتھ اُٹھائے۔ رات نے جھک کر میرے قدموں کو سر رکھدیا۔ سیاہ برقع والی نامحرم کے سر سے میرے پاؤں نے پوچھا۔ تجکو کس کی طلب ہے۔ یہ چوکھٹ ظلمات و انوار کیلئے نہیں ہے۔ تو اور کہیں جا اور مجکو ساڑھے سات بجے کی اکسپریس میں سوار ہونے دے جو دہلی جاتی ہے +

رات نے اپنے دامن ناز کا آنچل اُٹھایا اور اپنے دہن سیاہ فام کو میرے کانوں کے پاس لا کر کہا واللیل اذا یغشٰی کی آبرو ایسی نہیں ہے کہ جسد خاکی کا مقید بشر یوں دامن چھڑائے میں کانپوری شہداء کے گھروں میں لیکر چلوں گی اور تم کو چلنا ہوگا +

میں نے کہا۔ اور یہ بدن جسکو لوگ حسن نظامی کہتے ہیں؟ رات نے ایک قیامت خیز قہقہہ کے ساتھ جواب دیا اسکو گاڑی میں بٹھا کر دہلی بھیجدو +

اِدھر اور اُدھر

اِدھر نیچے کُرتے لمبے بالوں والا وجود ریل کی کھڑکی کے سامنے کھڑا تھا۔ اور لال پگڑی پہ طلائی طرّے لگانے والے چار چار رعقانہ داروں کی شکی نگاہوں میں کھٹک رہا تھا۔ اُدھر شب خیز کی ہمراہی تھی جو غریب چھپروں میں جھانک جھانک کر مظلوموں کی آہ و بکا سُن رہی تھی +

ادھر ریل روانہ ہوگئی اور پولیس کے دستے گھورتے کے گھورتے رہ گئے۔ اُدھر میں اپنی میزبان رات کے ہمراہ ایک گھر میں داخل ہوا جہاں چراغ ٹمٹما رہا تھا اور دو عورتیں ٹوٹے ہوئے بوریے

پڑی تھیں۔ ان میں ایک بوڑھی تھی اور ایک جوان۔ مگر دونوں متفکر اور سراسیمہ معلوم ہوتی تھیں دروازے کی آہٹ پر کان لگے ہوئے تھے۔ جہاں ذرا کھٹکا ہوا اور بڑھیا نے کہا۔ کون۔ بیٹا جمن مگر کوئی جواب نہ دیتا تھا۔ مگر آخر ایک دفعہ دروازے پر کوئی شخص دو بچوں کا ہاتھ پکڑے ہوئے داخل ہوا اور بولا۔ لو بی یہ بچے تمہارے حوالے۔ بڑی کوشش اور پوچھ گچھ کے بعد اتنا تو معلوم ہوا کہ بیا جمن مارا گیا مگر لاش کا پتہ نہ چلا۔ کوئی کہتا ہے سیکڑوں آدمی مرے ہیں اور گولی چلانے والوں نے بدنامی کے ڈر سے لاشیں دریا میں پھنکوا دی ہیں۔ فقط پندرہ سولہ کا مرنا ظاہر کیا ہے۔ کوئی اسکے خلاف کہتا ہے۔ غرض میں نے تو اپنے مقدور کے موافق بہتیرے جتن کر لئے مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ ایک صاحب گھوڑے پر سوار جا رہا تھا میں نے اسکو آواز دی ذرا ٹھہرنا۔ ذرا ٹھہرنا۔ اسنے گھوڑا روک لیا۔ میں نے کہا یہ دو بچے ہیں انکا باپ آجکل لڑائی میں مارا گیا ہے اسکی لاش ملجاتی۔ جانے صاحب نے آگے بڑھکر میرے ایک کوڑا مارا۔ اور کہا ہٹ جاؤ کتے کے موافق آدمی۔ وہ کوڑا میرے تو لگا نہیں ان غریب بچوں کے پڑگیا۔ اور یہ لاوارث بلبلا گئے اور صاحب گھوڑا بڑھا کر چلدیا۔

یہ قصہ سنکر بڑھیا عورت نے چھاتی پیٹنی شروع کی اور ہے ہے میرا جمن کہکر ماتم کرنے لگی جوان عورت نے چوڑیاں توڑ ڈالیں اور نوحہ و زاری میں ایک عجیب سماں کھینچ دیا سہمے ہوئے کھڑے تھے آخر ایک بچے نے اپنی دادی کے گلے میں ہاتھ ڈالدئے اور بے اختیار رونے لگا اور دوسرا اپنی ماں کو چمٹ گیا۔

فریاد

بڑھیا عورت نے فریاد شروع کی۔ الٰہی میرا اکلوتا لال کہاں بچھڑ گیا۔ اب میں اسکی جوان بیوی اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو کیونکر پالونگی۔ گھر میں تو فجر کیلئے بھی کچھ کھانے کو نہیں ہے جب یہ بچے صبح روٹی مانگیں گے تو میں کیا دونگی۔

خدایا میری فریاد کو پہنچ۔ میری گود کے پالے کی لاش بھی کہیں غارت ہوگئی۔ ہائے آخری وقت صورت دیکھنی بھی نصیب نہوئی۔ میرا جمن تو بڑا نمازی تھا۔ مرتے وقت اسکو کفن بھی نہ ملا۔ خبر نہیں کن لوگوں نے اسکے مردہ کو اٹھایا ہوگا۔

مگر وہ تو شہید تھا۔ اور سنتی ہوں کہ شہید کو کفن و غسل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اچھا تو اے خدا میں تیرا شکر ادا کرتی ہوں کہ جمن کو شہادت نصیب ہوئی۔

دوسرا گھر

جب سیر ہو چکی تو دوسرے جھونپڑے کو دیکھا وہاں ایک عورت بیمار پڑی تھی۔ گھر میں کوئی نہ تھا اندھیرے میں بیمار کی آواز نہایت خوفناک ہو رہی تھی۔ وہ کہتی تھی ارے کوئی پانی پلادے یہ آج ابتک گھر میں نہیں آئے۔ مولوی صاحب کا وعظ عیدگاہ میں کبتک رہیگا۔ میرا حلق تو پیاس کے مارے سوکھا جاتا ہے۔ یکایک پاس کے گھر میں رونے کی آواز آئی اور یہ غل مچا کہ فلاں فلاں آدمی لڑائی میں مارے گئے۔ انمیں اسکے خاوند کا نام بھی تھا۔ اس صدا کو سنکر بیمار نے ایک آہ کی اور بیہوش ہو گئی۔

حافظ احمد اللہ کے گھر میں سحری

ظلمات کی سیر کرتے کرتے سحری کا وقت آگیا۔ آخر اپنے دوست حافظ احمد اللہ کے گھر پہونچے انکو اسی روز گرفتار کیا گیا تھا۔ خدا نے سب کچھ دیا ہے۔ مال دولت آل اولاد۔ بوڑھے باپ اور گھر والوں نے ساری رات آنکھوں میں کاٹی تھی۔ سحری کے وقت اس گھر میں عجب حسرت دیاس تھی۔ در و دیوار سے حافظ احمد اللہ کی صدا آتی تھی۔ گھر والوں کے حلق میں نوالے اٹکتے

اور آنسو اُمڈے چلے آتے تھے۔

مولانا آزاد سُبحانی کا مدرسہ

ایک نظر مدرسہ الٰہیات پر بھی ڈالی۔ کتابیں غمگین نہ تھیں۔ ان میں غیظ تھا۔ طیش تھا۔ انکو قدردان کی حمایت کا ولولہ تھا۔ فلسفہ حدیث۔ فقہ کے حروف نے قرآن کے حروف سے کہا تم کیوں نہیں بولتے۔ یہ وقت تمہاری لیڈری کا ہی۔ ہماری ترجمانی کرو اور جو دل میں ہے کہو +

قرآنی حروف بولے۔ ہم بظاہر خاموش مگر بباطن گویا ہیں۔ مسجدوں میں ہمارا ہی چرچا کیا جاتا ہی + ہم میں ہی وہ اسمِ اعظم ہی جس سے مومن کے قلب کی مشین چلتی ہی ہمارا ناظر و منظور نظر آزاد سُبحانی اس مسجد کی خاطر قید کیا گیا۔ جسمیں ہماری عزت کی جاتی تھی۔ تو کیا ہم اسکو معاف کر دینگے نہیں ہرگز نہیں۔ آج جو بولتے تھے خاموش ہیں۔ اسواسطے کہ ہم خاموش تھے بولیں گے کہدو کہ ہمارا بولنا آثار قیامت میں شامل ہی کاغذ کے لکھے ہوئے حروف کا جوش دیکھ میری لوحِ قلبِ ذہن کے حروف بھی تیوری بدلنے لگے اور مجھکو اندیشہ ہوا کہ میری سیر و سیاحت میں خنہ نہ پڑ جائے اسواسطے میں نے شب کوزہ پشت کہا۔ اب مجھکو جانے دو۔ رات جسکی زندگی کا چراغ سحری بجھ رہا تھا۔ آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔ اور بولی کیا انسانوں میں اتنی انسانیت ہے کہ بھوکے پیاسے لوگوں کی خبر لیں۔ مرنیوالوں کے لاچار پسماندوں کی مدد کریں۔ بے قرار اور مضطرب الحال اشخاص کی فریاد پر متوجہ ہوں +

مینے جواب دیا۔ ہاں ان میں درد شناسی ہی وہ اپنے نوالے روک کر اپنے بھائی کے نوالہ کی فکر کرینگے وہ اپنے بچوں کا حصہ مظلوم بچوں کو دینگے +

مسلمان ہمدرد قوم ہی۔ اسکو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے نصیحت کی ہی کہ مسلمان بھائی کا دوسرے مسلمان بھائی پر بہت بڑا حق ہی۔ تب تو ضعیف العمر رات بہت خوش ہوئی اور نورِ سحر کے سامنے مصافحہ کرتی ہوئی آسمان پر چلی گئی +

اسوقت میں نے بھی اپنے وجود کی جانب توجہ کی جسکو حسن نظامی کہا جاتا ہی اور دیکھا کہ صبح چھ بجے وہ دہلی کے پلیٹ فارم پر گاڑی سے اُتر رہا تھا + اخبار توحید میرٹھ ۱۴ اگست ۱۹۲۱ء

نوابِ شہِ جارج سے جا کر کوئی کہہ دے

از جناب مولانا نواب علی صاحب ایم۔ اے پروفیسر بڑودہ کالج

کیوں شرحِ غمِ سوختگی دل نہیں کرتے — مرکر بھی مگر شکوہ قاتل نہیں کرتے
کیوں چپ ہو کہو کچھ دہنِ زخم سے آخر — کیا رقص بھی اس کوچہ میں بسمل نہیں کرتے
خارج جز مسجد کو جو سجدے ہیں کرتے — وہ تم کو شہیدوں میں بھی داخل نہیں کرتے
کیوں! اب تو یقیں ہے کہ سمجھ ہی گئے ہوگے — سیکھے تھے جفا خلق پہ عادل نہیں کرتے
گر خارجی یہ جوش نہ تھا کیوں نہیں کہتے — بیگانوں کو تم کس لئے قائل نہیں کرتے
برچھوں کی ضرورت تھی نہ کچھ فیر کی حاجت — خود تیغِ زباں سے جو یہ گھائل نہیں کرتے
مستِ مے پندار جو حکام نہ ہوتے — یوں جاں کو فدا عالم و جاہل نہیں کرتے
مفہوم اگر جذبۂ دینی کا سمجھتے — آزاد کو یوں قیدِ سلاسل نہیں کرتے
اسلام میں فتنہ ہے اشد قتل سے لاریب — ہم پیروی ڈائروں ودیل نہیں کرتے
نوابِ شہِ جارج سے جا کر کوئی کہہ دے — اب ہند میں فرق حق و باطل نہیں کرتے

(توحید میرٹھ)

حضرت اکبر کا تسکین نامہ

خان بہادر لسان العصر مولانا سید اکبر حسین صاحب جج الہ آبادی نے کانپور کے جوش وخروش وہنگامہ قتل و اسیری پر جو تسکین نامہ ہمکو بھیجا ہے وہ مسلمانوں کے لئے بیش قیمت نصیحت ہے۔ گورنمنٹ کے ایک اعلیٰ عہدہ دار نے اس نظم پر جو ریمارک کیا ہے ہم وہ بھی نظم کے آخر میں درج کئے دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ نظم ہمارے پرائیوٹ مطالعہ کیلئے حضرت اکبر نے ارسال فرمائی تھی مگر ہمنے سب مسلمانوں کی تسکین ونصیحت کے لئے اسکو درج کتاب کردیا۔ اکبر جج کہتے ہیں مسلمانوں کو اپنی خودی خدا کے سپرد کرکے حمد میں مشغول ہونا چاہئے۔ اسکے سوا اب کوئی ظاہری چارۂ کار باقی نہیں۔ حسن نظامی

دام میں تقلید مغرب کے پھنسا مسلم کا جوش ۔۔۔ ورنہ کیوں پاتے اسے جیل کنارنگ میں
دیکھتے اسکو حرم کے طوف میں یا فوج میں ۔۔۔ یا صفِ مقتول میں یا قیدیانِ جنگ میں
بابوؤں سی اُسکی حالت کو تشابہ کچھ نہیں ۔۔۔ وہ ہیں پالٹیکس میں اور یہ ہی دینی رنگ میں
ہند میں اپنی خودی کردو خدا ہی کو سپرد ۔۔۔ حمد ہی گاتے رہو نغمات خوش آہنگ میں
تم رہو باہوش ہو ہی جائیگا فضل خدا ۔۔۔ ہے میں مغرب مست ہے اور بنگ مشرق بنگ میں

(اکبر)

گورنمنٹ کے ایک اعلیٰ مسلمان اہلکار کا ریمارک

ہم لوگوں کی حالت موجودہ کا یہ ایک ایسا عمدہ مرقع ہے جسکو پڑھکر صدمہ اور تسکین ساتھ ساتھ پیدا ہوتے ہیں اور بالآخر نصیحت صبر سے جوش و دیوانگی بنگ کے خیالات فرو ہوجاتے ہیں۔ سچ یہ ہی کہ بڑے دقیق وطولانی مسائل فلسفہ کو چند اشعار میں سیدھے سادھے الفاظ میں بیان فرمادینا آپ ہی کا حصہ ہے کیا کوئی دوسرا شخص اس قوت وقابلیت بیان کا دعویٰ کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ ایسے تسکین ونصیحت آمیز مضامین بھی شاید بعض دماغوں میں قابل اشاعت نہ سمجھے جائیں۔

خون شہیداں

انگریزی کے ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلمان کے فلسفیانہ قلم سے

نہیں مٹتا نشانِ خوں کبھی دامان قاتل سے ۔۔۔ لکھی جاتی ہی اک تحریر خونیں خونِ بسمل سے
ٹپکتا ہی یہ آنسو بنکے چشمان یتیماں سے ۔۔۔ عیاں ہی آب گوہر بنکے یہ لعل بدخشاں سے
اسی کا ایک قطرہ بحر کو خوناب کرتا ہے ۔۔۔ یہی گردش میں آکر قلب کو بیتاب کرتا ہے
شفق بنکر فلک پر روز و شب موجود رہتا ہی ۔۔۔ اسی سی دامن چرخ کہن آلودہ رہتا ہے
یہی بے بنکے رہتا ہی سدا لالے کے پیالے میں ۔۔۔ اسی کا نور روشن ہی اندھیرے میں اُجالے میں
یہی رنگ حنا بنکر کبھی دست ستم میں ہے ۔۔۔ یہی گلگونہ بنکر رنگ رخسار صنم میں ہے
دہان زخم سے بہکر کچھ ایسا رنگ لاتا ہی ۔۔۔ کہ سیرابی سے اسکی باغ عالم لہلہاتا ہے
یہی خوں سینچتا ہے نخل برباد تمنا کو ۔۔۔ اسی سے زندگی ملتی ہی قالبہائے بے جاں کو

غذا پا کر اسی سے کشت قومی پھول لاتی ہے   یہی وہ موت ہے جس سے یہ دُنیا جان پاتی ہے
اسی خوں کے نشاں ملتے ہیں قوموں کی ترقی میں   جھلک اسکی نمایاں ہے ہر اک جاندار ہستی میں
تعجب کیا ہے گر خون شہیداں کچھ دکھا جائے   تن بیجاں میں شاید پھر ہمارے جان آجائے
بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن   خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

چند لمحے شہیدان ستم کے ساتھ

(عالم روحانیت میں)

آگرہ اخبار کے ایڈیٹر صاحب نے مشاہدات ملکوتی سے متاثر ہو کر لکھا

میں جو گزرا طرفِ عالمِ روحانیت   نظر آئے مجھے دس بیس شہیدانِ ستم
اُنکے چہروں پہ گمان مہرِ نظر تاب کا تھا   اُن کی پیشانیوں پہ صبحِ ازل کا عالم
کفن نور پہ ہر پیکرِ نور افگن بود   بوئے کافور جناں بود دماغ آرا ہم
جا بجا خون کے چھینٹے تھے کفن پہ اتنے   صبحدم پھول پہ چھا جاتی ہے جیسے شبنم
پر صفا جسم۔ کفن میں جو نظر آتا تھا   شمع و فانوس کا نظارہ تھا گویا باہم
خاک آلود تھے بال اور بدن خون آگین   آہ ہر پیکرِ تصویر تھا نقشِ ماتم
اُن کی آنکھوں سے ٹپکتی تھی نری مایوسی   مخبرِ کشمکش روح تھے اشکِ پیہم
اُن کی حالت پہ مجھے حسرت و حیرت جو ہوئی   پوچھ بیٹھا سبب کثرتِ اندوہ و الم

اپنی ہستی کو جو دُنیا میں مٹایا تم نے
کچھ خدا سے صلۂ ظلم بھی پایا تم نے

اُن کے پیکر کو ہوئی لغزشِ ہستی اکبار   اور بڑھا میری طرف اک جسد خاک بسر
ہاتھ رکھ کر مرے سر پہ یہ کہا آہستہ   آ، سُنائیں تجھے ہم حالتِ جانِ مضطر
ہمیں خالق سے ملا ہے یہ شہادت کا صلہ   کہ ہمارے لیئے ہے جنتِ فردوس میں گھر
رات دن سیکڑوں خدمت کیلئے حوریں ہیں   بہرہ اندوز ہیں نعمائے کرم سے اکثر
دے مسلمانوں کو ہم سب کیطرف سے یہ پیام   کہ ہمیں دیکھ کے نہ بیٹھیں نہ کریں حال ابتر
شرف اندوز ہوئے دولتِ دیدار سے ہم   جلوۂ حسن حقیقت ہوا محصورِ نظر
خلشِ رفتہ سے وہ پائی ہے لذت ہم نے   اور زخموں کی تمنا ہے باندازِ جگر
ہے پریشانیِ خاطر جو باین اطمینان   اس کی اک وجہ ہے سن اور کچھ افسوس کر

رنج اپنا ہے ہمیں اور نہ اولاد کا ہے
غم فقط بیکسیِ مسلمِ برباد کا ہے

مولانا آزاد سبحانی کی تقریر

(جو ۳۰ اگست کو عیدگاہ کانپور کے ایک جلسہ عام میں کی گئی اور اب ایک ہند و اخبار سے درج ذیل کی جاتی ہے)

کسقدر بیدردی اور ناانصافی ہے کہ مسلمانان کانپور کے جوش سے انکار کیا جاتا ہے آج تمام مسلمان گھر بوڑھوں جوانوں بچوں سے خالی ہو گئے ہیں۔ جوق درجوق مسلمان ننگے سر دھوپ کی تکلیف اُٹھاتے یہاں آئے ہیں۔ دوکانیں بند ہوگئی ہیں۔ دنیوی

کاروبار کے سلسلے معطل کر دیے گئے ہیں۔ کیا یہ کانپور کے مسلمانوں کے جوش و خروش کا زندہ ثبوت نہیں ہے۔ سر جیمس مسٹن فرماتے ہیں کہ مسلمانان کانپور میں کوئی جوش نہیں ہے۔ کیا وہ اس سے زیادہ جوش دیکھنا چاہتے ہیں کیا اُنکا منشا یہ ہے کہ مسلمان بھی باشندگان بنگال کی طرح قانون کے دائرہ سے باہر ہو جائیں کیا اُن کی خواہش ہے کہ مسلمان بھی بم کے گولے چلائیں۔ اور طمنچوں کے فیر کریں۔ اگر اُن کا یہی منشا ہے تو آئندہ خطرناک واقعات کے ذمہ دار وہ خود ہونگے۔ ہم مسلمان ہیں ہم دُنیا میں امن و اماں قائم کرنیکے لئے بھیجے گئے ہیں۔ ہمارا سب سے پہلا فرض ہے کہ امن و اماں کا اعلان کریں۔ اس کوشش میں جو تکلیفیں ہمیں جھیلنا پڑیں۔ اُنکی ہمیں مطلق پروا نہیں۔ رسول خدا کے زمانہ کو یاد کرو۔ آپنے کتنے برسوں تک تکلیفیں اُٹھائیں۔ آپ کے پیرو طرح طرح سے ستائے جاتے تھے۔ خود آپ اپنے وطن سے جلاوطن کئے گئے۔ طائف کے بدمعاشوں نے آپ پر پتھر برسائے۔ اور آپ زخمی ہو گئے۔ دندان مبارک شہید کئے گئے۔ تاہم آپ نے اُف نہیں کی۔ مگر ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ جب ظلم و ستم کی انتہا ہو جاتی ہے اور جب مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں صریح مداخلت ہونے لگتی ہے تو اُنکا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ حق کو مغلوب ہونے دیں اور اسلام کو فنا ہونیسے محفوظ رکھیں۔ اسوقت خدا کی شمشیر انتقام باہر نکل آتی ہے اور مسلمان وہ کر گزرتے ہیں جو انکا اُسوقت فرض ہوتا ہے۔ اسوقت اُن کو ذرا بھی خوف نہیں ہوتا کتنی لاشیں زمین پر پڑی لوٹ رہی ہیں۔ اور کتنی سرد ہو چکی ہیں۔ مذہب پر جان قربان کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے اور یہ وہ جذبہ ہے جس سے دُنیا کی کوئی طاقت ان کو روک نہیں سکتی۔ گورنمنٹ کو اس آزمائش میں نہیں پڑنا چاہیے کہ وہ مذہب اور حکومت کو ٹکرا کر دیکھے۔ یہ آزمائش حکومت کے حق میں نہایت خطرناک ہے حکومت کیلئے بہترین مصلحت یہ ہے کہ مذہب سے نہ ٹکرائے ورنہ مذہب جو ایک زندہ طاقت ہے قائم رہیگا اور حکومت اس سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گی۔ مسلمانوں کی آواز اگر اسوقت کمزور ہے۔ اور حکومت اسپر کان نہیں رکھتی۔ اور اُنکے جذبات کو بے دریغ پامال کرنا چاہتی ہے تو وہ وقت بھی قریب آتا ہے جبکہ ہماری قوم ایک غریب مسلمان کے جھونپڑے سے جو آواز بلند ہو گی وہ انگلستان کی وزارت خارجیہ کے کنگروں کو ہلا دے گی۔ ہمارے رسول اکرم نے بھی ایک غریب ماں کی گود میں پرورش پائی تھی۔ تاہم جو آواز آپ نے بلند کی اس سے ایوان کسریٰ کے کنگرے ہل گئے تھے۔ یہ عظیم الشان واقعہ دُنیا کی تاریخ کے صفحات پر آجتک زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہیگا۔ گو حکام نے غلطی کی اور وہ آجتک غلطی کر رہے ہیں کہ ہمارے زندہ جوش کو تسلیم نہیں کرتے۔ تاہم مسلمانوں کو صبر و سکون سے کام لینا چاہئے۔ ابھی اس امید کا رشتہ نہیں ٹوٹا ہے کہ گورنمنٹ آخرکار اپنی غلطی کا اعتراف کرے گی اور مسجد کے منہدم حصّہ کی تعمیر کا دوبارہ حکم دے گی۔ (زمیندار)

سانحہ مسجد کان پور

ایک نوجوان کا وحشیانہ قتل

جیسے جیسے دن گزرتے جاتے ہیں کانپور کے سانحۂ قیامت خیز کے واقعات سے پردہ اُٹھتا جاتا ہے۔ ابتک تو اخباروں اور سرکاری اطلاعوں میں یہی بات ظاہر ہوتی رہی ہے کہ پولیس نے صرف بندوقوں کے فائر سے اہالی کانپور کو مقتول و مجروح کیا مگر اب ہمارے باخبر نامہ نگار صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ گولیوں کے علاوہ غریب مسلمانوں کے دل وجگر اور سرد سینہ کی تواضع بھالوں اور سنگینوں سے بھی کی گئی۔ نامہ نگار صاحب کی تحریر حسب ذیل ہے:۔

کرنیل گنج کانپور کا ایک کسرتی نوجوان جسکی عمر ۲۲ سال کی تھی۔ اتوار کی صبح کو حسب معمول ٹیکا پور کے اکھاڑے سے واپس آرہا تھا کہ راستے میں کھس بازار کی چوکی پر کانسٹبلوں نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ اسنے جواب دیا مسلمان۔ ایک کانسٹبل جو غیر مسلمان معلوم ہوتا تھا۔ بے ایمان کہکر اُسے لپٹ گیا۔ پہلوان کو جسکا نام عبد الکریم تھا ہاتھ چھڑا کر آگے بھاگا۔ سامنے سے جم غفیر سراسیمہ بھاگا ہوا دکھائی دیا۔ دریافت حال کا کہاں موقع تھا۔ جان بچانا مشکل تھی۔ پولیس کا زغہ تھا۔ اور مسلمانوں کا عظیم کشت وخوں۔ ایک سوار نے روکا۔ عبد الکریم نے کہا میں پہلوان ہوں اکھاڑہ سے آرہا ہوں۔ مجھ سے اور مسجد کے معاملہ میں کچھ واسطہ نہیں۔ سوار نے اسکے جواب میں ایک بھالا مارا۔ آخر یہ بھی پہلوان اور مسلمان پہلوان تھا جذبات اسلامی نے جوش مارا اور ٹانگ پکڑ کر سوار کو نیچے گرالیا۔ اسکے سینہ پر چڑھ گیا اور کہا کہ ملعون تجھے واصل جہنم کردوں۔ مگر ابھی یہ جوشیلی تقریر ختم ہونے پائی تھی کہ پانچ کنسٹبلوں نے آکر گھیر لیا اور بھالوں سے مار گرا دیا۔ شمار کرنے پر ۲۸ زخم معلوم ہوئے۔ جبتک عبد الکریم کے جسم میں جان رہی اسنے نیچے والے سوار کو نہیں چھوڑا۔ جب اسکی روح نے مفارقت کرنی چاہی تو الگ ہو گیا اور ہسپتال جاتے جاتے جام شہادت نوش کر گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ (زمیندار)

مولوی محمد سلیمان صاحب کے مجروح ہونیکی کیفیت

زمیندار کے نامہ نگار صاحب رقمطراز ہیں

مولوی محمد سلیمان صاحب مدرس مدرسہ احسن المدارس رفتار زمانہ کے ساتھ چلنے والے لوگوں میں سے ہیں۔ آپ ہمیشہ یہی فرماتے رہے کہ ہم کو کوئی ایسی کارروائی نہیں کرنی چاہیے جسکا نتیجہ ہمارے مقصد کے خلاف ہو۔ مسجد میں بیٹھے ہوئے درس دے رہے تھے کہ لوگوں نے کہا۔ مولوی صاحب مسجد میں بلوہ ہو گیا بندوقیں چلائی جارہی ہیں۔ مولوی صاحب کو یہ سُنکے تاب نہ رہی۔ فوراً موقع پر پہونچنے کے لئے چلدیئے۔ نہ ہاتھ میں چھتری تھی۔ نہ پاؤں میں جوتا۔ نہ سر پر پگڑی۔ سراسیمگی کی حالت میں اُس سڑک پر پہنچے جہاں سے مسجد تھوڑی ہی دور پڑتی ہے ایک

کانسٹبل نے کہا اندر چلے جائیے۔ اپنی آنکھوں سے خود دیکھ آیئے کیا ہو رہا ہے۔ مولوی صاحب سیدھے سادھے مسلمان بغیر کسی خیال کے اندر چلے ہی تھے کہ پیچھے سے کانسٹبلوں نے بھالوں سے مارنا شروع کیا۔ جب اُنکے خیال میں جان جسم میں باقی نہیں رہی تو گھسیٹ کے مسجد میں ڈالدیا۔ جہاں سے اُن کی زخمی لاش شفاخانہ میں پہنچائی گئی۔ ابھی دم اٹکا ہوا ہے لیکن بچنے کی امید نہیں ہے۔ علاج جیسے ملزموں کا ہونا چاہئے ہوتا ہے مسلمان ڈاکٹروں نے بہت کوشش کی کہ ہم کو اجازت دی جائے کہ ان لوگوں کی کافی نگرانی کریں اور جو کچھ ممکن ہو علاج سے دریغ نہ کریں مگر اجازت نہیں دی گئی (زمیندار)

یہ ہاتھ گریبان تک ہے

حادثہ کانپور نے جیسا جوش ادنیٰ و اعلیٰ مسلمانوں کے دل میں پیدا کر دیا ہے اسکی ایک معتدل مگر طاقتور مثال ہمارے آنریبل دوست خواجہ غلام الثقلین کا ریزولیشن ہے جسکو وہ کونسل میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس ریزولیشن کی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ ہر شخص خیال کر سکتا ہے کہ یہ پنجہ جو خواجہ صاحب نے دراز کیا ہے سیواجی کے پنجہ سے کم نہیں ہے اور اس سے اس گریبان کا سلامت رہنا محال ہو جائیگا جسکے اندر پندار و غرور کے بت پوشیدہ ہیں۔ ریزولیشن یہ ہے :-

"اس بات پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہ بعض غیر ذمہ دار اشخاص نے اس امر کی کوشش کی کہ ایک مسجد کے اس حصہ کی از سر نو تعمیر کریں جو اس غرض سے منہدم کر دیا گیا تھا کہ اسکی زمین کانپور میونسپلٹی کو مچھلی بازار کی سڑک کشادہ کرنے کیلئے دیدیجائے۔ یہ کونسل اپنا گہرا تعلق اس اہم نقصان پر ظاہر کرتی ہے جو حضور ملک معظم کی رعایا۔ ہندو مسلمان نابالغ اور گورنمنٹ کے نوکروں کی جانوں کا ہوا ہے اور جو مسلح فوج اور بعض دوسرے کارتوسوں کے سبب عمل میں آیا۔ ہز آنر پریزیڈنٹ کی خدمت میں یہ کونسل سفارش کرتی ہے کہ ایک مخلوط کمیشن جسمیں اعلیٰ عہدہ دار یورپین۔ ہندو اور مسلمان شریک ہوں منتخب کیا جائے تاکہ ان مختلف جماعتوں اور اشخاص کے افعال کی پبلک طور پر تحقیقات کرے جنکا تعلق ۳ راگست ۱۹۱۳ء کے وقوعہ سے پایا جاتا ہے اور اُن اسباب کو دریافت کرے جنکی وجہ سے اتنی جانوں کا نقصان ہوا اور اتنے لوگوں پر مصیبت نازل ہوئی۔ اور بلا امتیاز ایک مجمع پر اس طرح مسلسل فائر کرنیکے جواز یا عدم جواز پر رائے دے جبکی جگہ پر زیادہ نرم اور کم تکلیف دہ طریقے مجمع کو منتشر کرنیکے لئے اختیار کئے جاسکتے تھے (مثلاً پانی کے نلوں کا استعمال یا لوگوں کو تین طرف سے مسلح فوج سے گھیر کر ایک طرف بھاگ جانے دینا) اور اس مسئلہ کی بھی تحقیقات کرے کہ کیوں مسلح پولیس مقرر کی گئی کہ چند گز زمین کی جو میونسپلٹی اور مقامی مسلمانوں کے درمیان متنازعہ تھی۔ حفاظت کرے بغیر اسکے کہ میونسپلٹی اس قسم کی کوئی باقاعدہ شکایت مجمع کے خلاف پیش کرے + (توحید میرٹھ ۲۲ راگست ۱۹۱۳ء)

تمت بالخیر

۲۶ راگست ۱۹۱۳ء

ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کی نماز

کانپور میں

انگریزی اخبار آئی ڈی ٹی لکھنؤ نے مورخہ ۲۴ اگست - یہ دلخراش خبر سنائی کہ کانپوری قیدیوں کو جنکی تعداد سو سے زیادہ تھی عدالت نے ازراہ مسلم نوازی نماز پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور جسوقت بچے بوڑھے جوان قیدی ہتھکڑیاں بیڑیاں پہنے ہوئے نماز پڑھنے کھڑے ہوئے - دیکھنے والے بے چین ہوگئے - عجب دردناک منظر تھا - ہاتھ زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے - پاؤں بیڑیوں میں قید تھے جسوقت نیت باندھنے کے لئے ہاتھ بلند کئے گئے - زنجیروں کی جھنکار گونجنے لگی - گویا وہ شہادت دیتے تھے کہ یہ مظلوم دنیا جہان سے ہاتھ اٹھا کر خدا کے آگے حاضر ہوتے ہیں - اس طرح رکوع و سجود میں زنجیروں کا جھنکنا اور ناتواں بچوں کا آہنی سلسلے کے بوجھ کے سبب جلدی کھڑا نہ ہوسکنا خلقت پر بڑا اثر ڈالتا تھا +

دمشق میں جب اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو رسیوں میں بند ہوا کر یزیدلعون نے طلب کیا ہے اور ان مظلوموں نے اسی بے کسی کی حالت میں نمازیں پڑھی ہیں بس ہی ہو بہو نظارہ کانپور کی کچہری کے سامنے نظر آتا تھا +

کیا کونسل کے کوئی آنریبل ممبر منصف اور رحم دل گورنمنٹ کو اس بیدردی کیجانب توجہ نہ دلائینگے - کیا نرم دل انگریزی پبلک کو جب یہ حال معلوم ہوگا تو وہ کانپوری حکام کے اس برتاؤ پر افسوس نہ کریگی - بہرحال بجز صبر اور شکر کے کوئی چارہ نہیں - یہ سب ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے - ہمکو چاہیے کہ خدا سے ڈریں اور گناہوں سے توبہ کریں - تاکہ وہ ہم پر رحمت نازل فرمائے اور ان امتحانوں سے نجات دے +

حسن نظامی

تاریخ طبع رسالہ ہذا

موزوں کردہ منشی ارشاد علی صاحب ارشاد بریلوی ہیڈ کلرک اخبار توحید - میرٹھ

خون آنکھوں سے رولائے گو یہ قصہ فرد ہے — جسکو سنکر ہر بشر کے لب پہ آہ سرد ہے

بہر تاریخ طبع ارشاد نے رو کر کہا — داستان کانپوری کچھ عجب پُر درد ہے

۳۱ ہجر ے ۱۳

کتبہ نذیر حسین کاپی نویس میرٹھ

اخبار توحید میرٹھ

خدا کو مان۔ جسکی یادگار وحدت منکر دلوں پر کندہ کرنے کے لئے اخبار توحید جاری کیا گیا ہے۔ ظاہر میں یہ ایک اخبار ہے جو خدا پرست صوفیوں کا ہندوستان بھر میں اکیلا آرگن مانا جاتا ہے۔ مگر درحقیقت یہ ایک صدائے مجازی ہے جو مرکز حقیقت کی دعوت دیتی ہے

یہی وہ اخبار ہے جسکو نئی روشنی اور پُرانی روشنی والے یکساں محبت سے پڑھتے ہیں۔ یہی وہ ہفتہ وار پرچہ ہے جو دورِ جدید میں دورِ قدیم کی نمائندگی کرتا ہے

اخبار توحید خدا پرستی کی آواز ہندوستان کے کونہ کونہ میں پہنچانا چاہتا ہے پس ندا ہے اُن لوگوں کو جو اشاعت حق کے حامی کار ہیں کہ اس پیام ربانی کو گھر گھر پھیلانے کی کوشش کریں۔ اجر ہے اسکے واسطے جو اس خدائی کام میں آگے بڑھے۔ بشارت ہے اسکو جسکا دل اسم توحید پر فدا کار ہو

اگر دُنیا اور دین کی شادکامی کا دل مسلم طلبگار ہے تو اخبار توحید کا مطالعہ شروع کردے۔ اور کہدے پورب والے پچھم والوں سے۔ اور اُتر والے دکھن والوں سے کہ توحید کی اشاعت کا اسلامی فرض پورا کرنے کو کھڑے ہو جائیں

قیمت سالانہ تین روپے۔ ششماہی ایک روپیہ بارہ آنے۔ نمونہ ایک آنہ میں

آپکا قومی مطبع توحید پریس میرٹھ

توحید پریس میرٹھ میں ہر قسم کی نسخ و نستعلیق لکھائی۔ خشک و تر چھپائی۔ مغربی و مشرقی مصوری۔ اور جلد سازی وغیرہ کا کام نہایت اعلیٰ پیمانہ پر کیا جاتا ہے عمدہ چھپائی لکھائی کے خیال سے کاپی نویس۔ پریسمین۔ مصور۔ سنگساز۔ اور منتظم وغیرہ نہایت ہوشیار۔ تجربہ کار اور اعلیٰ درجہ کے رکھے گئے ہیں۔ اور زر کثیر صرف کرکے اس بات کا بہترین انتظام کر لیا گیا ہے کہ عمدہ سے عمدہ کام ہمیشہ ٹھیک وعدہ کے دن تیار کرکے دیدیا جائے۔ اور ضرورت مندوں کو کام کے وقت پر نہ ملنے سے مایوسی نہ ہو۔ پس جن صاحبوں کو خوشنما۔ نفیس اور صاف کام چھپوانا ہے یا جو حضرات کاتبوں۔ مصوروں یا اہلِ مطابع کی مشہور وعدہ خلافیوں سے تنگ آ گئے ہوں۔ وہ اپنے اس قومی مطبع سے کام لیں خدا نے چاہا تو کبھی کوئی شکایت نہ پیدا ہوگی۔ چھوٹا موٹا کام بھیجکر امتحان کر لیجئے

نوٹ:۔ چونکہ توحید پریس کے اسٹاف کو بڑی بڑی تنخواہوں پر صرف اعلیٰ قسم کا کام انجام دینے کیلئے ملازم رکھا گیا ہے لہذا بازاری، ردی سستا کام یہاں ہرگز نہیں چھپتا

منیجر توحید پریس کیمپ میرٹھ



مسٹر مظہر الحق بیرسٹر پٹنہ

مسٹر مظہر الحق بیرسٹر پٹنہ داخوانہ القانونی - سلام اللہ علیکم - ونصرتہ - اے
بے سہارے لاچاروں کی حمایت کرنیوالے - حق کے مظہر - کانپور کی خونی داستان
کے یہ چند ورقے، کروڑ ہا تجکو اور تیرے ساتھیوں کو دیتے ہیں جنمیں ٹوٹے ہوئے
دلوں کے ٹکڑے اور زخمی جگر کی قاشیں چنی ہوئی ہیں - انکو قبول کر اور اپنے بازو کی
قوتوں مسٹر راس مسعود - ڈاکٹر محمود - مسٹر تصدق احمد - ڈاکٹر ناظر الدین - عبد المجید خواجہ -
سید شوکت علی - مولوی فضل الرحمٰن - ڈاکٹر سلیمان احمد - خواجہ احمد جعفری - مسٹر ایم ڈی قادر بھائی
مسٹر محمد یونس - مولوی غلام محی الدین - بابو بگر ماجیت سنگھ - بابو گردھر داس بھارگو -
صاحبزادہ آفتاب احمد خاں - شیخ ذکر الرحمٰن مسٹر کاۓ محاربۂ قانونی وکیل و بیرسٹروں کو
مایوس مسلمانوں کا یہ اشکبار تحفہ تقسیم کردے +

تجکو سفید مجسٹریٹ نے بیہودہ - بے سروپا مضحکہ انگیز باتیں کرنیوالا کہا - لہذا اے
بیہودہ - بے سروپا مسخرہ آدمی - سُن - کہ ہم کہتے ہیں - دنیا کی ساری جھوٹی شائستگی اور
ظلمی تہذیب تیری ٹھوکر مارنیوالی جوتیوں پر قربان ہو - تو زمین پر بسنے والے لاتعداد مسلمانوں
کے عقیدہ میں سب سے زیادہ عزت مند - مہذب اور حق گو ہے - تو اسکو عزیز ہے جو آسمان سے
عزتیں برساتا ہے - تیری قدر و منزلت اس حرمت والے دربار میں ہے جسکا تخت گو
حجاز میں سبز چھتریکے نیچے بچھا ہوا ہے - تجھ پر سلام اور تم سب پر سلام +

تمہاری دعاگوئی میں سانس لینے والا

مقام میرٹھ - ۲۶ اگست ۱۹۱۳ء　　حسن نظامی دہلوی